ہاتھی میں بم
اشتیاق احمد

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

محمود، فاروق، فرزانہ اور

انسپکٹر جمشید سیریز......ناول نمبر 685

ہاتھی میں بم

اشتیاق احمد

نئی نسل کے لیے

نیا ادب......

حیرت، تجسس اور سراغرسانی کے انوکھے رنگ!

اس ناول کے نام، واقعات اور کردار سب فرضی ہیں۔
کسی قسم کی مماثلت کے لیے ادارہ یا مصنف ذمہ دار نہ ہوں گے

نام ناول...................... ہاکی میں بم

ناشر...................... اشتیاق احمد

تزئین...................... محمد سعید نامدار

سرکولیشن...................... محمد یار میجر

کمپوزر...................... اے۔ آر۔ فاروقی

قیمت...................... 18/روپے

شیخ عمر پرنٹرز سے چھپوا کر اداراز بک ڈپو لاہور سے شائع کیا۔

اداراز بک ڈپو

9/12 نصیر آباد۔ سانده کلاں۔ لاہور

فون 7112969-7246356

اسٹاکسٹ: محبوب بک ڈپو۔ اردو بازار لاہور

حدیث نبوی ﷺ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ میں
جنت سے گزرا، ناگہاں میرا گزر ایک نہر پر ہوا جس
کے کنارے اندر سے خالی موتیوں کے بنے ہوئے
ہیں۔ میں نے کہا اے جبرئیلؑ یہ کیا ہے۔ انہوں نے
کہا، یہ حوض کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا
کیا ہے۔ ناگہاں میں نے محسوس کیا، اس کی مٹی مشک
سے تیز خوشبودار ہے۔

دو باتیں

السلام علیکم!

آفتاب احمد فوت ہو گئے... 22 مئی کا دن میرے لیے ایک عجیب و غریب غم لے کر آیا... میں اس روز لاہور میں تھا... جھنگ سے 22 مئی کی صبح لاہور کے لیے روانہ ہوا تو جھنگ میں ہر طرح خیریت تھی... اس روز رات لاہور میں ٹھہرنے کا پروگرام تھا... عشاء کی نماز اور رات کا کھانا کھانے کے بعد میں لیٹنے کی تیاری کر رہا تھا تو فون کی گھنٹی بجی... جھنگ سے فون تھا۔ میرے بیٹے نے روتے ہوئے بتایا، آفتاب چچا فوت ہو گئے۔

یہ خبر کیا تھی... کیسی تھی... الفاظ اس بارے میں بالکل خاموش ہیں... آنسوؤں کی زبان آپ کو کیسے سناؤں... آفتاب احمد میرے سب سے چھوٹے بھائی تھے... آپ سے تفصیلی ذکر اس لیے کر رہا ہوں کہ ایک مدت تک وہ بھی آپ کے لیے ناول لکھتے رہے۔ میرے ادارے سے ان کا ہر ماہ ایک ناول شائع ہوتا رہا... انہوں نے انسپکٹر جمشید سیریز، انسپکٹر کامران سیریز اور شوکی برادرز کے مقابلے میں انسپکٹر ارسلان سیریز شروع کی تھی... ان میں سے بہت سے ناول مقبول ہوئے اور چند ناول بہت مشہور ہوئے... جن میں سے پہلا اب حق سر فہرست ہے... اس ناول کے آخر میں ان کے 80 ناولوں کی فہرست بھی شائع کی جا رہی ہے... تاکہ جو قارئین بعد میں بنے... انہیں کم از کم ناولوں کے

نام ہی معلوم ہو جائیں...

آج 4 جون ہے جب میں یہ دو باتیں لکھ رہا ہوں... میں ابھی تک خود کو سنبھال نہیں پایا... خود کو خالی خالی محسوس کرتا ہوں... بے جان سا محسوس کرتا ہوں۔ ناول لکھنے کا معمول بھی بالکل بگڑ گیا ہے... پہلے ایک ناول چار پانچ دن میں مکمل کر لیتا تھا... اس بار پندرہ دن میں ناول مکمل کر سکا ہوں...

آفتاب احمد نے ناولوں کے علاوہ کچھ کہانیاں بھی لکھیں... جو رسائل میں شائع ہوئیں... ان کے ناول صرف میرے ادارے سے ہی شائع نہیں ہوئے... فیروز سنز جیسے ادارے نے بھی ان کے ناول شائع کیے...

یوں تو وہ میرے چھوٹے بھائی تھے اور مجھ سے زیادہ ان سے کون واقف ہوگا... لیکن ان کے مرنے کے بعد... مجھے ان باتوں کا پتا چلا ہے... جو میں بالکل نہیں جانتا تھا... اور آج میں یہ محسوس کرتا ہوں... کہ میں ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا... اف میں کس قدر بے خبر تھا... یہ بے خبری اب مجھے تڑپا رہی ہے... لیکن اب اس کا کوئی فائدہ نہیں... پتا نہیں... ہم دوسروں کے حالات سے اس حد تک آنکھیں کیوں بند کر لیتے ہیں...

تقریباً تین سال پہلے میں نے ان کے ناول شائع کرنا بند کر دیے تھے... لیکن وہ پھر بھی کچھ نہ کچھ لکھتے رہے... اور دوسرے اداروں کو دیتے رہے... کچھ عرصہ پہلے انہوں نے ایک ناول "زرد لاشیں" لکھا تھا... انہوں نے مجھ سے براہ راست اس ناول کا ذکر نہ کیا... نہ بتایا کہ انہوں نے اس نام کا ایک ناول لکھا ہے....... لیکن عبدالرشید فاروقی صاحب سے یہ کہا تھا کہ میرے بھائی سے کہیں... وہ میرا یہ ناول شائع کر دیں... ایسا ناول کبھی کبھی لکھا جاتا ہے...

یہ بات ان کے مرنے کے بعد فاروقی صاحب نے مجھے بتائی... ان کی
زندگی میں وہ بھی ذکر کرتے رہ گئے... نہ جانے کیوں... وہ بھی میری طرح
بے خبر ہیں شاید... ویسے وہ بھی رائٹر ہیں... لیکن ہم لوگ مجرم رائٹر ہیں...
ایسے رائٹر ہونے کا کیا فائدہ، جو اپنے نزدیک ترین عزیز کی خواہشات، جذبات
اور حسرتوں سے بھی بے خبر رہے...

آخر میں اعلان کرتا ہوں... میں رائٹر واٹر نہیں... میں تو بس ایک
عام سا آدمی ہوں... جسے حادثاتی طور پر لکھنے کو اپنا پیشہ بنانا پڑا، اور بس... مہربانی
فرما کر آپ بھی آج کے بعد مجھے صرف اور صرف ایک پیشہ ور لکھنے والا ہی خیال
کریں... یہی ہے میرے جرم کی سزا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے... آپ سب سے دعاؤں کی
درخواست ہے... "زرد لاش" پڑھ کر اس کے بارے میں آپ کو بتاؤں گا۔

اشتیاق احمد

کیا

ان کے فون کی گھنٹی بجی... محمود نے ریسیور اٹھایا اور بولا:

"محمود بات کر رہا ہوں۔"

"مہربانی فرما کر انسپکٹر جمشید سے بات کرائیں..."

"وہ شہر سے باہر ہیں... شاید آج یا پھر کل ان کی واپسی کی امید ہے۔"

"اوہ اب پھر ہم کیا کریں..."

"کون صاحب بات کر رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جالب خان... خان رحمان میرے دوست ہیں۔"

"انکل خان رحمان کے دوست ہمارے انکل ہوئے، آپ بتائیں... بات کیا ہے۔"

"کوئی شخص ہمارے گھر کے کسی فرد کو قتل کرنا چاہتا ہے... یہ ہمیں معلوم نہیں کہ کسے؟"

"اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کون ہے؟" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"اگر یہ معلوم ہوتا تو پھر کیا مشکل تھی۔" دوسری طرف

سے شاید برا سا منہ بنا کر کہا گیا۔

"آپ نے ٹھیک کہا... کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے ہاں آ جائیں۔"

"ہاں! لیکن انسپکٹر جمشید ہوتے تو زیادہ اچھا تھا۔"

"وہ بھی آ جائیں گے... آپ فکر نہ کریں۔"

"چلیے... آپ تو آئیں۔" یہ کہہ کر جالب خان نے بتایا اور فون بند کر دیا۔

"سنا تم دونوں نے۔" محمود ان کی طرف مڑا۔

"نہیں... اس لیے کہ فون صرف تم نے سنا ہے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"فون جالب خان کا تھا... 31 نوشان کالونی سے بات کر رہے تھے... انکل خان رحمان کے دوست بھی ہیں، اتفاق سے اور حیرت انگیز بات انہوں نے یہ بتائی ہے کوئی نامعلوم شخص ان کے گھر کے کسی فرد کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

"ایک تو ہم ان نامعلوم آدمیوں سے بہت تنگ آ گئے ہیں۔ جدھر دیکھو... نامعلوم آدمی ٹپک پڑتے ہیں... ہے کوئی تک۔" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"کوئی تک ہو یا نہ ہو... اس سے کیا فرق پڑتا ہے... وہاں تو قاتل تیار ہے۔"

"تک... کیا کہا... قاتل تیار ہے۔" فاروق گھبرا گیا۔

"کیوں... کیا ہوا۔"

"یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے... قاتل تیار ہے۔"

"اور تمہیں جو ہر وقت ناولوں کے ناموں کی پڑی رہتی ہے۔"

"وہ ایک مجبوری ہے۔"

"تم میرے ساتھ چل رہے ہو یا پھر میں وہاں اکیلا چلا جاؤں۔"

"تم وہاں شاید کچھ نہیں کر سکو گے... ہمیں وہاں جانا ہو گا... تاکہ ناکامی تمہارا منہ نہ چڑائے۔"

"منہ سنبھال رکھو... آئے ہوئے مجھے کامیابی دلانے والے، منہ دیکھا ہے کبھی آئینے میں... اگر ایسی بہکی باتیں کیں تو یاد رکھو، منہ کی کھاؤ گے۔" محمود نے رکے بغیر کہا۔

"تم محاورات منہ سے نکالنے پر ادھار تو نہیں کھائے بیٹھے تھے۔" فرزانہ کے لہجے میں تھی۔

"نہیں... نقد کھائے بیٹھا تھا۔" محمود ترت سے بولا۔

"اچھا کیا... نقد کھائے کھڑے ہوتے تو ضرور برا تھا۔"

"کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو... باتیں تیار ہے۔" اندر سے بیگم جمشید کی آواز گونجی۔

"لے آئیں پھر باتیں... ہم باتیں کر کے ہی گھر سے روانہ ہو جانا چاہتے ہیں۔"

"ششش... میں کچھ الٹ پلٹ بول گئی۔" انہوں نے
گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔
"شاید نہیں... یقیناً... شاید اور یقیناً میں بہت فرق ہوتا
ہے۔"
"آج کل تم اردو میں زیادہ نمبر لینے لگے ہو... کہیں اس کی
وجہ یہ روزمرہ کی نوک جھونک تو نہیں۔" بیگم جمشید کی ہنسی سنائی
دی۔
"آپ کے خیال کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔" فرزانہ بولی۔
"ارے تو روکا کس نے ہے... دے دو داد۔"
"لیکن یہ چیز ہم لوگوں کے پاس ذرا کم ہی ہوتی ہے... ہاں
شاعر حضرات کے پاس تھوک کے حساب سے ہوتی ہے۔"
"کیا چیز بھئی۔" انہوں نے پوچھا۔
"جی... داد۔" محمود بولا۔
"یہ کس چیز کا نام ہے جی داد۔"
"جی داد نہیں... داد... جی میں نے آپ کے لیے کہا تھا۔"
"اوہ ہاں داد... واقعی... یہ تو شاعروں کی محبوب غذا ہے..
اور سنا ہے... اس کے بغیر ان کی روٹی ہضم نہیں ہوتی۔"
"دیکھو... اب کہیں بے چارے شاعروں کے پیچھے ہاتھ
دھو کر نہ پڑ جانا۔"
"اور امی جان... یہ شاعر حضرات بے چارے کب سے

ہو گئے۔" فرزانہ مسکرائی۔
"بھئی یہ کہنا چاہیے... یہ بے چارے ہوتے کب نہیں۔"
اسی وقت انہوں نے چائے کی ٹرے ان کے سامنے رکھ
دی... آج اتوار کا دن تھا اور یہ ان کی صبح کی چائے تھی...
"کیا ہم میں سے کسی نے جالب خان کا نام پہلے سنا ہے۔"
محمود نے کہا۔
تینوں نے نفی میں سر ہلا دیے...
"تب پھر کیوں نہ پہلے انکل خان رحمان کو فون کر کے ان
کے بارے میں کچھ معلوم کر لیں۔"
"یہ مناسب رہے گا۔"
محمود نے ان کے نمبر ملائے... دوسری طرف سے منظور کی
آواز سنائی دی۔
"آپ جو کوئی بھی ہیں... ایک گھنٹے بعد فون کیجیے گا۔"
"اس وقت کیوں نہیں انکل منظور۔" محمود نے حیران ہو کر
کہا۔
"اوہو... یہ تو اپنے محمود بھائی ہیں... آپ تو ہر وقت ہر
حالت میں فون کر سکتے ہیں... اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔"
"لیکن دوسروں کیلئے پابندی یہ کس لیے لگائی جا رہی ہے۔"
"اس وقت خان رحمان آگ بگولا ہیں۔"
"ارے باپ رے... صبح صبح کیا ہو گیا ہے۔"

"پورا ہفتہ گزر گیا... میں نے نہ کوئی ہانڈی جلائی... نہ کوئی سوٹ... بس یہی وجہ ہے... ان کے آگ بگولا ہونے کی۔"

"حد ہو گئی... آگ بگولا ہونے کی یہ وجہ کس طرح ہو سکتی ہے۔"

"یہ وجہ اس طرح ہو سکتی ہے کہ پورا ہفتہ وہ مجھے کان نہیں پکڑوا سکے۔"

"لو ہاں! یہ بات سمجھ میں آتی ہے... خیر... آپ ذرا انہیں بتائیں... ہم بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"ضرور... کیوں نہیں... ویسے آپ سے درخواست ہے، ان کا غصہ کم کرنے کی کوشش کر ڈالیے گا۔"

"ٹھیک ہے... انکل اور... آپ فکر نہ کریں۔" محمود بولا۔

"فکر مند تو میں اپنا یہ نام سن کر بھی ہو گیا ہوں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"لو معاف کیجیے گا انکل... زبان پھسل گئی۔"

"آپ میں کہیں فاروق بھائی کی روح تو حلول نہیں کر گئی۔"

"ارے باپ رے... یہ بات کسی اور کو نہ بتا دینا انکل... روحوں کا کیا بھروسہ۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"لو ہاں! یہ بات تو ہے۔"

"کون ہے بھئی ظہور کے بچے... اتنی دیر سے فون پر باتیں کیے

جا رہے ہو... لاؤ فون مجھے دو۔"

"سر محمود بھائی ہیں۔"

"سر محمود بھائی... یہ کون صاحب ہیں... میں اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتا... کہہ دو رانگ نمبر۔" محمود نے خان رحمان کی آواز سنی۔

"سر... اپنے محمود بھائی۔" ظہور نے گھبرا کر کہا۔

"ارے... محمود بات کر رہا ہے... تو یہ کہو نا... الو۔"

"اب آپ نے مجھے الو کہہ دیا... میں بھر پایا اس ملازمت سے، آپ میرا استعفیٰ منظور کر لیں۔"

"ارے واہ... میں تو خود سوچ رہا تھا... تمہیں فارغ کرنے کے لیے... کام کے نہ کاج کے... دشمن اناج کے... ایک ہفتے میں ایک سوٹ نہیں جلایا... ایک ہانڈی نہیں جلائی... کیا خاک فائدہ ہے تمہارا۔" انہوں نے جلے کٹے انداز میں جلدی جلدی کہا... پھر ریسیور میں ان کی آواز سنائی دی۔

"ہاں محمود... سناؤ کیا حال ہے... خیر تو ہے... صبح صبح میں کیسے یاد آ گیا۔"

"انکل! آپ کسی جالب خان کو جانتے ہیں۔"

"جالب خان... جو نیو شان کالونی میں رہتے ہیں۔"

"جی ہاں بالکل۔"

"وہ میرے دوست ہیں... لیکن زیادہ گہرے نہیں... کبھی

کبھار کا آنا جانا ہے ان کے ہاں۔"

"کیسے آدمی ہیں۔"

"اچھے ہیں... صاف ستھرے ہیں... ان کے خلاف کوئی غلط بات کبھی سننے میں تو آئی نہیں۔"

"ان کا فون آیا ہے... ان کا خیال ہے... ان کے گھر میں سے کسی فرد کو کوئی نامعلوم آدمی قتل کرنا چاہتا ہے۔"

"ارے باپ رے... یہ تو خوفناک خبر ہے۔"

"جی ہاں! ہم وہاں جانے کے لیے پر تول رہے تھے... انہوں نے آپ کا نام بھی لیا تھا... ہم نے سوچا... آپ سے ان کے بارے میں پوچھ لیں۔"

"تب میں بھی کیوں نہ ساتھ چلوں۔"

"نیکی اور پوچھ پوچھ... چلئے آجائیں آپ بھی۔"

"اچھی بات ہے... میں پہنچ رہا ہوں... اکٹھے ہی چلیں گے۔"

"شکریہ انکل۔" اس نے ہنس کر کہا۔

جلد ہی خان رحمان وہاں پہنچ گئے... ان کے ساتھ پروفیسر داؤد کو نہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔

"ہمارا خیال تھا، آپ آتے ہوئے پروفیسر داؤد کو ساتھ لائیں گے۔"

"ذہن میں بات تھی... میں نے انہیں فون کیا تھا، لیکن وہ

مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ان کی ضرورت پیش آئے تو فون کر دیں... آجائیں گے۔"

"چلئے ٹھیک ہے... ہم چائے پی چکے... آپ کا موڈ ہو تو پہلے چائے پی لیں۔"

"جب تمہارا فون آیا... میں ناشتا کر چکا تھا اور چائے پی رہا تھا۔"

"تب پھر چلتے ہیں۔"

وہ باہر نکل کر خان رحمان کی گاڑی میں بیٹھ گئے... نیو شان کالونی ان کے علاقے سے زیادہ دور نہیں تھی... وہ صرف دس منٹ بعد دس نمبر کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے... محمود نے دستک دی... فوراً ہی ایک نوجوان لڑکا باہر نکلا اور خان رحمان کو دیکھ کر مارے حیرت کے اچھلا:

"آہا انکل آپ... اور یہ لوگ تو وہی ہیں۔"

"ہاں خالد... آپ کے ابو نے فون کیا تھا، یہ مجھے بھی ساتھ لے آئے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے... آئیے۔"

وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا... ان کے بیٹھنے کے بعد بولا:

"میں ابو کو بلا کر لاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا... میں اس لیے فرزانہ کی

یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا... عین اس لمحے فرزانہ کی نظریں ڈرائنگ روم میں رکھی ایک چیز پر پڑیں... اس کی آنکھوں میں یکایک بے تحاشا خوف دوڑ گیا... پھر وہ بلا کی تیزی سے اٹھی اور آتش دان کی طرف لپکی۔

○...○...○

نہیں

"بُری بات ہے فرزانہ... دوسرے کے گھر کی چیزیں نہیں چھیڑا کرتے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"لیکن اگر وہ کوئی خطرناک چیز ہو تو۔" فرزانہ اس کی طرف مڑی۔

خطرناک چیز... کیا مطلب... ہمیں تو یہاں آتش دان پر کوئی چیز خطرناک نظر نہیں آرہی۔"

"عقل کی آنکھیں کم استعمال کرتے ہو نا... اس لیے۔" اس نے جل کر کہا۔

"لیجیے انکل... اب یہ اپنی عقل کی آنکھوں کو درمیان میں لے آئی... آگے آگے دیکھیے کیا ہوتا ہے۔"

"حیرت ہے..." خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

"جی... آپ کو کون سی بات پر حیرت ہے۔"

"مجھے آتش دان پر کوئی خطرناک چیز..."

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اسی وقت ایک ادھیڑ

عمر آدمی اندر داخل ہوا تھا اور اس کے پیچھے وہی لڑکا تھا۔

"السلام علیکم خان رحمان... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا... کہ آپ ان کے ساتھ آجائیں گے... بہت خوشی ہو رہی ہے۔"

"اب ان کے بغیر زندگی کا مزا نہیں آتا... ہر وقت ان کے ساتھ رہنے کو جی چاہتا ہے... جالب صاحب۔"

وہ بھی بیٹھ گئے... پھر ان کی نظریں فرزانہ پر پڑیں... وہ ابھی تک آتش دان کے ساتھ ہی کھڑی تھی...

"انکل! یہ ہاتھی آپ نے کب خریدا؟"

"کک... کون سا ہاتھی۔"

"جی یہ... ہاتھی دانت کا ہاتھی۔"

"نن... نہیں... نہیں۔"

"یہ آپ نے میرے سوال کا جواب تو نہیں دیا۔" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"نن... نہیں۔" وہ بولے۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"یہ... یہ ہاتھی میں نے نہیں خریدا۔"

"خوب!... دیکھا تم نے۔" فرزانہ محمود کی طرف مڑی... اب اس کی آنکھوں میں بھی حیرت تھی... فاروق اور خان رحمان کا بھی مارے حیرت کے برا حال تھا... جالب صاحب اور خالد تو منہ کھولے کھڑے تھے۔

"پھر یہ کس نے خریدا تھا... خالد صاحب آپ نے۔"

"نہیں۔" وہ فوراً بولا۔

"فوراً گھر کے باقی افراد سے پوچھیں... بلکہ سب کو ایک جگہ جمع کر لیں... اس طرح ہم ایک دوسرے سے مل بھی لیں گے... تعارف بھی ہو جائے گا اور بات کو آگے بڑھانے میں آسانی بھی ہو گی۔ بظاہر یہ سجاوٹ کی ایک چیز ہے... ماڈرن گھروں میں آج کل ڈیکوریشن پیس رکھنے، لگانے کا بہت رجحان پایا جاتا ہے... یہ بھی ایسی ہی ایک چیز ہے... لیکن..." فرزانہ کہتے کہتے رک گئی... فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن فرزانہ میں یہ بات بہت بری ہے... کہ یہ بلاوجہ بات کرتے کرتے رک جاتی ہے۔"

"ہاں واقعی... میں کوشش کروں گی اس عادت سے پیچھا چھڑاؤں۔"

"کیا میں سب کو یہیں لے آؤں۔"

"جی... جی ہاں! لے ہی آئیں... اور گھریلو ملازمین کو بھی۔"

"گھر میں صرف دو ملازم ہیں... دونوں میاں بیوی ہیں... سلامت اور نجمہ۔"

"انہیں بھی یہیں لے آئیں۔"

جلد ہی جالب اور خالد واپس لوٹے... اب ان کے سامنے ایک عورت اور دو بچیاں اور دو مرد اور ساتھ آئے تھے... ان کے

علاوہ سلامت اور نجمہ سب سے آخر میں اندر داخل ہوئے تھے اور
دروازے پر ہی رک کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"آپ دونوں وہاں کیوں رک گئے... آپ بھی آگے آ کر بیٹھ
جائیں۔"

"جی ہم..." سلامت نے ہکلا کر کہا۔

"یہ گھر کے ملازم ہیں... میں نے بتایا نا... سلامت اور
نجمہ... میاں بیوی ہیں۔"

"جی ہاں! ہم سمجھ گئے ہیں... آپ بھی اندر آ کر بیٹھ جائیں۔"

"جی... وہ... ہم۔"

"ہاں ہاں... آپ ملازم ہیں تو پھر کیا ہوا۔" فرزانہ بول
اٹھی۔

"بیٹھ جاؤ بھی اندر آ کر۔" جالب صاحب نے برا سا منہ
بنایا۔

وہ جھجکتے... شرماتے کرسیوں پر بیٹھ گئے... یوں لگتا تھا جیسے
کرسیوں پر بیٹھ کر وہ کوئی بھاری جرم کر رہے ہیں... اس بات کو
انہوں نے خاص طور پر محسوس کیا۔

"یہ ہاتھی... جو ہاتھی دانت کا بنا ہوا ہے... کس نے خریدا
تھا۔"

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... جیسے پوچھ رہے
ہوں... ہاتھی کون خرید کر لایا تھا... لیکن کسی کے چہرے پر ایسے آثار

پیدا نہیں ہوئے جیسے وہ خرید کر لایا تھا... جب سب نے نفی میں سر
ہلایا تو جالب خان اچھل پڑے۔

"کیا مطلب؟"

"کیا مطلب؟" باقی لوگ ایک ساتھ بول اٹھے۔

"اب میرا خیال ہے... ہم لوگوں کو بھی کہنا چاہیے... کیا
مطلب؟" محمود مسکرایا۔

"یہ کیا بات ہوئی... آپ میں سے کوئی اس ہاتھی کو خرید کر
نہیں لایا... تو پھر یہ گھر میں آ کیسے گیا اور آپ لوگوں کو پتا کیوں نہیں
چلا۔"

"میں بتاتا ہوں... شاید یہ آج سے تین روز پہلے مجھے یہاں
رکھا نظر آیا... سجاوٹ کی چیزوں کے ہم بھی شوقین ہیں... میں نے
خیال کیا... بچوں میں سے کوئی لے آیا ہو گا..."

"اور ہم نے یہ خیال کر لیا کہ ڈیڈی لائے ہوں گے۔"

اب فرزانہ کی نظریں دونوں ملازمین پر جم گئیں۔

"کیا یہ آپ دونوں میں سے کوئی لایا ہے۔"

"جی نہیں... ہم ایسے کام نہیں کرتے... ہمارے ذمے تو
بس گھر کے کام ہیں... کھانے پکانے کی چیزیں ضرور ہم بازار سے
لاتے ہیں... گوشت... سبزی... دالیں وغیرہ۔" سلامت نے فوراً
کہا۔

"اور آپ دونوں... جالب صاحب آپ نے ان کا تعارف

نہیں کرایا۔" فرزانہ نے دونوں مردوں کی طرف دیکھا۔

"یہ میرے چھوٹے بھائی ہیں... عاقب خان... اور یہ میری بیگم کے چھوٹے بھائی ہیں... اختر بیگ... بیگم کا نام ہے... الماس بیگم... اور یہ دو میری بچیاں ہیں... نادیہ اور سعدیہ... خالد سے آپ پہلے ہی مل چکے ہیں۔"

"بہت خوب! اختر بیگ صاحب بھی آپ کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔"

"ہاں! یہ اپنے والدین کی جائے اپنی بہن کے ہاں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔" جالب خان نے کہا۔

"مطلب یہ کہ اس گھر میں سات افراد رہتے ہیں... دو ملازم ہیں... کیا ملازم بھی یہیں رہتے ہیں۔"

"ہاں! کوٹھی کے پچھلے حصے میں ان کے لیے کوارٹر بنا ہوا ہے... یہ اس میں رہتے ہیں۔"

"یہ یہاں کب سے ملازم ہیں۔"

"دو ماہ تو ہو گئے ہوں گے... ان سے پہلے ہمارے انہی کی طرح دو میاں بیوی ملازم تھے... لیکن وہ ملازمت چھوڑ کر چلے گئے تھے... پھر ہم نے اخبار میں اشتہار دیا... تو یہ انٹرویو دینے کے لیے آئے تھے... اس طرح انہیں ملازم رکھ لیا گیا تھا۔"

"ہوں! سوال یہ ہے کہ یہ ہاتھی دانت کا ہاتھی گھر میں کون لایا... گھر کا کوئی فرد یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہے... تب پھر یہ کیسے

یہاں پہنچا۔" فرزانہ نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"اس سے بھی زیادہ حیرت کی ایک بات اور ہے فرزانہ۔" ایسے میں خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

"جی... وہ کیا؟"

"اس ہاتھی کو دیکھ کر تمہیں اس کے خطرناک ہونے کا احساس کیسے ہو گیا... جب کہ اتنی دیر گزر گئی... ہمیں تو اس میں کوئی خطرناک بات محسوس نہیں ہوئی۔"

"وہ... جی... میں... اب میں کیا بتاؤں۔" فرزانہ گڑبڑا گئی۔

"یہ کیا بات ہوئی... اب میں کیا بتاؤں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"جو بات ہے، وہ بتاؤ۔" خان رحمان نے آنکھیں نکالیں۔

"جی... جی اچھا... آپ کہتے ہیں تو بتا دیتی ہوں... ویسے میں چاہتی تھی... یہ بات نہ بتاؤں۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" محمود نے منہ بنایا۔

"میں چاہتی تھی، یہ بات سب کے سامنے نہ بتاؤں۔"

"اچھا ٹھیک ہے... ہم الگ چل کر پوچھ لیتے ہیں۔"

"نہیں جناب! یہ معاملہ ہمارے گھر کا ہے... آپ یہیں سب کے سامنے بتائیں... اس ہاتھی میں آخر ایسی کیا بات ہے۔" جالب خان بولے۔

"کیا یہ بات کم عجیب ہے کہ کسی کو معلوم نہیں، یہ گھر میں

آیا کیسے؟"

"ہاں! اس پر خیر ہم سب حیران ہیں۔"

"تب اس میں کوئی خطرناک بات بھی ہے۔"

"لیکن ہم جاننا چاہتے ہیں... وہ بات کیا ہے۔"

"آپ کی مرضی ... میں نے اسے اپنی سونڈ ہلاتے دیکھا ہے۔"

"کیا... نہیں!!!"

وہ ایک ساتھ چلائے... اب تو ان کی آنکھوں میں خوف ہی خوف دوڑ گیا۔

O...O...O

لائبریری میں...

چند لمحے وہ بتوں کی طرح کھڑے رہے... پھر جالب خان کی آواز ابھری:

"ہو سکتا ہے، یہ آپ کا وہم ہو... ایک بے جان چیز کیسے حرکت کر سکتی ہے۔"

"اگر وہ کوئی سیلوں والا کھلونا ہے تو حرکت کر سکتا ہے۔" خالد بول اٹھا۔

"اوہ ہاں! اس میں شک نہیں... تت تو کیا یہ کوئی کھلونا ہے... جو سیلوں سے چلتا ہے۔" خان رحمان بول پڑے۔

"میں اس نظریے سے اس کا جائزہ لے چکی ہوں... لیکن یہ پلاسٹک کا یا لوہے کا کھلونا نہیں ہے... یہ واقعی ہاتھی دانت کا بنا ہوا ہے... آپ لوگ اس کو ہاتھ میں اٹھا کر دیکھیں... یہ بات بھی نہیں کہ اس کی سونڈ الگ ہے اور کسی پن سے اٹکائی گئی ہے... اس صورت میں سونڈ ضرور ہوا وغیرہ لگنے سے خود بخود ہل سکتی ہے... لیکن ایسا بھی نہیں ہے، سونڈ اور اس کا جسم ایک ہی ہے۔"

"تب پھر فرزانہ.... تمہاری آنکھوں نے دھوکا کھایا ہو گا۔"

"نہیں.... ایسا نہیں ہے.... سونڈ ہلی تھی۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... ایک بات پہلے ہی پلے نہیں پڑی تھی کہ اس ہاتھی کو گھر میں لایا کون.. دوسری بات یہ سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ سونڈ کس طرح ہلا سکتا ہے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"میرے ذہن میں اس پہلے سوال کا جواب آتا ہے.... دوسری کا نہیں۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"چلو تم پہلے ہی کا جواب بتا دو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ہاں ضرور.... کیوں نہیں.... گھر کا کوئی ایک فرد اس ہاتھی کو گھر میں لایا ہے.... لیکن وہ کسی وجہ سے یہ بات ظاہر نہیں کر سکتا ہے.... ہو سکتا ہے، یہ ہاتھی خطرناک ہو.... اس کے ذریعے وہ اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہو۔"

"اور اس کا مقصد ہے کیا؟"

"یہ ہمیں معلوم نہیں.... جالب خان صاحب کا یہ کہنا ہے کہ کوئی اس گھر میں کسی کو قتل کرنا چاہتا ہے.... لہٰذا اس سوال کا جواب دیں کہ انہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی.... اور انکل.... آپ پروفیسر انکل کو فون کریں.... اب یہاں ان کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

"اوہ.... نہیں۔" وہ حیران رہ گئے۔

"کیا مطلب.... یہ آپ نے کیوں کہا.... اوہ نہیں۔"

"میرا مطلب ہے.... ان کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔"

"ہم اس ہاتھی کو ان کے ذریعے چیک کرائیں گے.... بظاہر یہ ایک ڈیکوریشن پیس ہے.... یعنی سجاوٹ کی چیز.... اور ہاتھی دانت سے بنایا گیا ہے.... لیکن یہ دراصل کیا ہے.... یہ پروفیسر انکل بتائیں گے کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ یہ کوئی حیرت انگیز ایجاد ہو۔"

"بھئی تم تو بہت زیادہ پر اسرار باتیں کر رہے ہو۔" خان رحمان ڈر گئے۔

"تو آپ فون کر دیں.... اور ہم جالب خان سے پوچھنا چاہیں گے.... وہ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ کوئی نامعلوم آدمی اس گھر کے کسی فرد کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

"اس کی وجہ ہے۔" انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"تب پھر بتائیں...."

"رات کو سونے سے پہلے ہم لوگ تمام دروازے اندر سے نہ صرف بند کر کے سونے کے عادی ہیں بلکہ ان پر تالے بھی لگائے جاتے ہیں.... اور ان سب تالوں کی چابیاں میرے پاس ہوتی ہیں.... چند دن پہلے چابیوں کا گچھا غائب ہو گیا۔"

"کیا کہا.... غائب ہو گیا۔"

"ہاں! میں چابیوں کے گچھے کو اپنی میز کی دراز میں رکھنے کا عادی ہوں.... اس رات بھی دروازوں کو تالے لگانے کے بعد میں

نے وہ دراز میں رکھا تھا... لیکن صبح جب میں اٹھا... وہ گچھا وہاں نہیں تھا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید میں بھول گیا ہوں گا... لہٰذا ادھر ادھر ہر طرف تلاش کیا گیا... چابیوں کا چھلا نہ ملا... آخر سب تالے تبدیل کیے گئے.. نیا چھلا چابیوں کا تیار کیا گیا۔" یہاں تک کہہ کر جالب خان خاموش ہو گئے۔

"اتنی سی بات سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ اس گھر کے کسی فرد کو کوئی نامعلوم آدمی قتل کرنا چاہتا ہے۔" فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ابھی میں نے بات پوری نہیں کی۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"تو آپ بات پوری کریں نا۔"

"میں نے چابیاں گم ہونے کی رپورٹ درج کرا دی تھی۔"

"یہ آپ نے اچھا کیا۔"

"تب انسپکٹر پولیس راجا شاکر نے ہی یہ مشورہ دیا تھا کہ تمام تالے بدل دیے جائیں... کیونکہ یہ کسی چور کا کام دکھائی دیتا ہے... اور یہ کہ وہ گھر کا معائنہ کرنے کے لیے آئے گا... میں نے کہا، ضرور آئیں... چنانچہ وہ آئے... انہوں نے گھر کا معائنہ کیا... خاص طور پر انہوں نے ملازم اور ملازمہ سے سوالات کیے، لیکن چابیوں کے گچھے کے بارے میں یہ کچھ نہ بتا سکے... گھر کا جائزہ لیتے وقت سب انسپکٹر راجا شاکر کو گیس کے چولہے میں کچھ گڑبڑ نظر آئی، وہ چونکے.. انہوں نے گیس کے چولہے کو ایک کاریگر سے چیک کرایا... لیکن

کاریگر نے چولہے کی گڑبڑ کو اتفاقی قرار دیا... یعنی کسی نے اس کو خراب کیا نہیں تھا... بہر حال اس نے چولہے کی مرمت کر دی تھی... اس کے باوجود سب انسپکٹر کا یہ کہنا ہے کہ اس گھر کے کسی فرد کو کوئی نامعلوم آدمی قتل کرنا چاہتا ہے... ہم یہ بات سن کر حیرت زدہ رہ گئے... ان سے پوچھا کہ وہ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں... انہوں نے صرف اتنا جواب دیا کہ وہ ایسا اپنے تجربے کی بنیاد پر کہہ رہے ہیں، وہ تو چلے گئے لیکن دوسرے دن ان کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔" وہ ایک بار پھر رک گئے۔

"وہ... وہ کیسے؟"

"دودھ کے ایک گلاس میں زہر ملایا گیا..."

"کیا مطلب... یہ آپ نے ایک اور عجیب بات کہہ دی..."

"ہم سب رات کو سوتے وقت دودھ پینے کے عادی ہیں... ملازم ہمارے لیے رات کو ایک ساتھ گلاس ٹرے میں رکھ کر لے آتا ہے... اور ہم ایک ایک گلاس پی لیتے ہیں... اس دن انسپکٹر صاحب کی باتیں سننے کی وجہ سے میں کافی پریشان تھا... سب نے گلاس اٹھائے تو میں نے کہا، ایک منٹ... پہلے ہم اس دودھ کو چیک کریں گے... ہر گلاس میں سے تھوڑا تھوڑا سا دودھ لے کر پالتو بلی کو پلایا گیا... اور بلی مر گئی۔"

"اوہ نہیں۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... اب ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"تت... تو کیا... ان سب گلاسوں میں زہر تھا۔"

"نہیں... صرف ایک میں... بلی کے مرنے پر ہم نے انسپکٹر کو فون کیا... وہ دوڑے آئے... اور بلی کو دیکھتے ہی بولے... دیکھا... میرا اندازہ درست تھا... انہوں نے اپنا خیال ظاہر کرتے وقت یہ بھی کہا تھا کہ ہر چیز کو چیک کر کے کھایا جائے... پھر انہوں نے ان گلاسوں پر اور دودھ پر قبضہ کر لیا... لیبارٹری سے چیک کرایا تو پتا چلا، زہر صرف ایک گلاس میں تھا۔"

"تب پھر شک کی کیا بات رہ گئی... انسپکٹر صاحب نے ملازم اور ملازمہ کو کیوں گرفتار نہیں کیا۔"

"وہ تو ان دونوں کو فوراً گرفتار کر کے تھانے لے جانے پر تل گئے تھے... لیکن میں نے ایسا نہیں ہونے دیا۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن کیوں؟"

"آپ خود سوچیں... کوئی شخص اگر کسی کو خفیہ طور پر زہر دینا چاہے... تو کیا اس طرح خود ہی تو ملا کر لے آئے گا اور سیدھا جیل چلا جائے گا... ہرگز نہیں۔"

"ہاں! یہ بات تو خیر ہے... لیکن ان دونوں نے بتایا کیا۔"

"انہیں اس بارے میں کچھ معلوم نہیں... ان کا بیان ہے.. دونوں نے معمول کے مطابق دودھ کے گلاس تیار کیے... ٹرے میں رکھے اور یہاں لے آئے۔"

"تب پھر دودھ کے ایک گلاس میں زہر کیا کسی جن بھوت

نے ملایا..."

"انہیں اس بارے میں کچھ معلوم نہیں... نہ انسپکٹر صاحب کچھ معلوم کر سکے... تاہم ان کی یہ بات درست ثابت ہو گئی کہ اس گھر کے کسی ایک فرد کو کوئی قتل کرنا چاہتا ہے... اگر سب کو قتل کرنے کا پروگرام ہوتا تو پھر سب گلاسوں میں زہر ہوتا۔"

"ہاں! یہ تو واقعی ٹھیک ہے... خیر... کیا اس کے علاوہ بھی کوئی واقعہ ہوا ہے۔"

"جی ہاں! ایک اور ہوا ہے... زہر والے واقعے کے بعد ہم بہت زیادہ فکر مند ہو گئے تھے... اور بہت زیادہ احتیاط کرنے لگے تھے... اس واقعے کے تین دن بعد لائبریری میں ایک سانپ ملا... سانپ کتابوں کے ایک ریک کے پیچھے تھا... اس دن میں بال بال بچا.. مجھے مطالعے کا بہت شوق ہے.. میں بے خیالی میں اندر داخل ہوا... تو اچانک کتابوں کے ایک ریک میں سانپ کی دم نظر آئی... میں تو اچھل پڑا... پھر کتابوں کے اوپر بیٹھا ہوا پورا سانپ نظر آ گیا... میں فوراً دروازہ بند کر دیا اور گھر کے افراد کو بتایا... سب ڈر گئے... سانپ کو مارنے کا ہم سب میں کسی کو تجربہ نہیں... دائیں بائیں کے پڑوسیوں کو بلا لیا گیا... وہ کافی دلیر واقع ہوئے ہیں... دونوں لائبریری میں داخل ہوئے... ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے... بس انہوں نے ان ڈنڈوں کی مدد سے سانپ کو مار ڈالا اور پانچ منٹ بعد مرا ہوا سانپ انہوں نے ہمارے سامنے ڈھیر کر دیا... ایک بار پھر جناب انسپکٹر

صاحب کو بلایا گیا... انھوں نے پھر کہا... اس گھر کے کسی ایک فرد کو
کوئی نامعلوم آدمی قتل کرنا چاہتا ہے... اب ہم بہت پریشان ہو گئے
تھے... ہماری خان رحمان صاحب سے دوستی تو ہے ہی... یہ ملاقات
کے موقعے پر آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں... لہٰذا جب ہم اس مسئلے
میں سر جوڑ کر بیٹھے کہ اب کیا کریں... تو انسپکٹر جمشید کا نام ذہن میں آیا
... اس طرح آپ کو فون کیا گیا... لیکن افسوس... انسپکٹر صاحب تو
آ ہی نہیں سکے۔"

"آپ فکر نہ کریں... یہ کوئی ایسا مشکل مسئلہ نہیں ہے...
تاہم ضرورت پڑی تو انہیں بھی بلا لیا جائے گا... فی الحال ہمیں دیکھنا یہ
ہے کہ وہ کون ہے... جو ایسا چاہتا ہے... اور ایسا کر کے اسے فائدہ کیا
ہو گا... ہمیں یہ معلوم نہیں کہ کون سے فرد کو ہلاک کرنا چاہتا ہے...
لیکن لائبریری میں سانپ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس گھر میں مطالعے کا
شوق جسے ہے... وہ شخص بس انہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے... اور یہ آپ
بتا چکے ہیں کہ آپ کو مطالعے کا شوق ہے... لہٰذا اس شخص کا نشانہ
آپ ہیں۔"

"جی نہیں... یہ بات بھی نہیں ہے۔" جالب خان نے مسکرا
کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"ہم سب کو مطالعے کا شوق ہے... یہاں تک کہ سلامت
اور نجمہ کو بھی شوق ہے۔"

"اوہو اچھا، کمال ہے۔" وہ ان دونوں کی طرف گھوم گئے۔

"شاید یہ بات آپ کو عجیب لگی۔" سلامت نے حیران ہو کر
کہا۔

"نہیں خیر... مطالعے کا شوق تو ہر پڑھے لکھے آدمی کو
ہو سکتا ہے... اور بہت پڑھے لکھوں کو بھی نہیں ہوتا... اکثر۔"

"ہاں دراصل ہمیں کہانیاں، افسانے اور ناول پڑھنے کا
شوق ہے... ہم لائبریری میں سے صرف اس قسم کی چیزیں ہی
پڑھنے کے لیے لے لیتے ہیں... خان صاحب کی طرف سے اجازت
ملی ہوئی ہے..."

"اس کا مطلب ہے... لائبریری میں تو کوئی بھی جا سکتا تھا
اور سانپ کا شکار ہو سکتا تھا۔"

"جی... جی ہاں۔"

"تب پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ نامعلوم آدمی کسی خاص
شخص کو ہلاک کرنا چاہتا ہے... اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ وہ چاہتا
ہے... اس گھر کا بس کوئی سا شخص ہلاک ہو جائے... بس ہو جائے...
گویا اسے اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ ہلاک کون ہوتا ہے..."

"اور یہ ایک عجیب ترین بات ہے... آخر وہ ایسا کیوں چاہتا
ہے... یا وہ کیا چاہتا ہے۔" محمود نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"اس سے بھی پہلے سوال یہ ہے کہ یہاں سانپ لایا کون۔"

"کیا مطلب؟"

ہاتھی نہیں

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... وہ سب ٹکر ٹکر فرزانہ کو دیکھ رہے تھے، آخر فاروق نے کہا:

"تم کیا کہنا چاہتی ہو فرزانہ۔"

"صرف یہ کہ جس طرح ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ہاتھی دانت کا ہاتھی یہاں کون لایا، اسی طرح یہ معلوم نہیں کہ سانپ کون لایا... تاہم ان دونوں باتوں میں ایک فرق ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اور وہ کیا؟" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ کہ ہاتھی دانت کا ہاتھی... سجاوٹ کی چیزیں فروخت کرنے والی کسی دکان سے لا کر رکھا جا سکتا ہے... جب کہ سانپ کسی دکان سے خرید کر نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"یہ بھی کچھ مشکل نہیں... کسی سپیرے سے سانپ بھی خریدا جا سکتا ہے۔" فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"بہت خوب! یہ بات ہمارے لیے مفید ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب؟"

"کسی ایسے سپیرے کو تلاش کرنا آسان کام ہے... جس سے حال ہی میں کسی نامعلوم آدمی نے کوئی سانپ خریدا ہے... لیکن کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا آسان کام نہیں جس نے کسی دکان سے ہاتھی دانت کا ہاتھی خریدا ہے... لہٰذا کیوں نہ ہم پہلے کسی سپیرے کی تلاش میں نکلیں... اگر ہم کسی سپیرے کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس سے یہ بات آسانی سے معلوم کی ہو جائے گی کہ اس سے سانپ کس نے خریدا تھا... اور پھر ہم اس سے پوچھ ہی لیں گے... کہ جناب آخر آپ چاہتے کیا ہیں... آپ کا پروگرام کیا ہے۔"

"ہوں... بہت خوب... یہ تو آسان نسخہ رہے گا۔"

"ویسے یہ سارا معاملہ حد درجے عجیب و غریب ہے... اور اس کے سر پیر کا کچھ پتا نہیں چل رہا۔"

"اور سپیرے کی تلاش بھی تو آسان کام نہیں ہو گا۔"

"میرے خیال میں یہ کچھ مشکل نہیں... شہر سے باہر خانہ بدوش رہتے ہیں... وہ یہ کام کرتے ہیں... یعنی سانپ پکڑ کر سانپوں کو پالتے ہیں... مداری کے کھیل وغیرہ دکھاتے ہیں... ہم ایسی آبادی کے پاس سے کئی بار گزرے ہیں۔"

"تب پھر ہو جائے ایک چکر اس آبادی کا۔"

"ہاں! ٹھیک ہے۔"

اب وہ گھر کے افراد کی طرف مڑے۔

"آپ لوگ محتاط رہیں... ہم سپیروں کی آبادی کا چکر لگا کر

آ گئے ہیں۔"

"اب ہم اور خوف زدہ ہو گئے ہیں۔" جالب خان نے کہا۔

"اگر آپ پسند کریں تو یہاں حفاظتی انتظامات کیے جا سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم ابھی آپ کے سب انسپکٹر صاحب سے بات کر لیتے ہیں... وہ ابھی دو تین کانسٹیبل یہاں بھیج دیں گے... فی الحال اتنا کافی ہے... یوں بھی ہم جلد لوٹ آئیں گے اور پھر یہیں ٹھہریں گے۔"

"آپ... آپ کا مطلب... آپ رات کو یہاں رہیں گے۔" عاقب خان نے پوچھا۔

"اگر آپ کو کوئی اعتراض ہے تو پھر نہیں ٹھہریں گے۔" محمود نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

"نن... نہیں... ایسی کوئی بات نہیں۔" عاقب خان گھبرا گیا۔

"بلکہ یہ تو ہمارے لیے خوشی کی بات ہو گی۔" اختر بیگ نے فوراً کہا۔

"شکریہ... ہم فون کر رہے ہیں۔"

اب محمود نے پولیس اسٹیشن فون کیا۔

"سب انسپکٹر راجا شاکر سے بات کرائیں۔" دوسری طرف کی آواز سن کر محمود نے کہا۔

"کون صاحب بات کر رہے ہیں۔"

"میں محمود ہوں۔"

"کون محمود۔" اکھڑ لہجے میں کہا گیا۔

"آپ ان سے بات کرا دیں... میں تعارف کرا دوں گا۔"

جواب میں فون بند کر دیا گیا... محمود جھلا اٹھا... اس نے دوبارہ نمبر ڈائل کیے۔

"کیا ہوا محمود۔"

"پوری بات سنے بغیر فون بند کر دیا گیا۔"

"تھانوں میں فون اسی طرح سنے جاتے ہیں۔" خان رحمان جل گئے۔

اسی وقت سلسلہ پھر ملا...

"انسپکٹر جمشید کے گھرانے سے فون ہے۔" محمود گرج دار آواز میں بولا۔

"اوہ... یس سر... ابھی لیں۔" اس نے بوکھلا کر کہا... جو پہلے بات سننے کے لیے تیار نہیں تھا۔

جلد ہی ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

"راجا شاکر بات کر رہا ہوں... فرمائیے... کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"اور میں محمود ہوں۔"

"اوہ اچھا... کہیے۔"

"آپ جالب خان گھرانے سے واقف ہیں۔"

"جی ہاں... اچھی طرح... آج کل یہ گھرانہ عجیب و غریب حالات کا شکار ہے۔"

"وہ خوف زدہ ہیں... آپ یہاں دو تین کانسٹیبل مقرر کر دیں..."

"او اچھا۔" اس نے کہا۔

"ویسے ہم بھی اس معاملے کو دیکھ رہے ہیں... اور ان شاء اللہ جلد اس شخص تک پہنچ جائیں گے۔"

"بہت خوب!" انسپکٹر راجا شاکر نے کہا۔

"ہمارے انکل خان رحمان اس گھرانے کے دوست ہیں... یہ خیال رہے۔"

"آپ فکر نہ کریں... میں خود ان لوگوں کے لیے فکر مند ہوں۔"

"ہوں اچھا شکریہ۔"

فون بند کر کے وہ جالب خان کی طرف مڑے۔

"وہ اپنے چند ماتحت ابھی یہاں بھیج رہے ہیں... ہم بھی پیروں کی بستی سے ہو کر آ رہے ہیں... آپ لوگ فکر نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے.. آپ کا شکریہ... آپ لوگوں کے آ جانے سے ہم کافی سکون محسوس کر رہے ہیں۔"

"لیکن ہو سکتا ہے... آپ میں سے کوئی ایک سکون محسوس

نہ کر رہا ہو۔" فرزانہ نے پراسرار انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"اس بات کا زبردست امکان ہے کہ گھر کا ہی کوئی فرد گھر کے کسی فرد کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا! نہیں..." وہ بری طرح اچھلے۔

"ہاں جناب... ہم یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں... کہ مجرم کوئی باہر کا آدمی نہیں ہے۔"

"آپ کا خیال سو فیصد غلط ہے... ہمارے گھر میں بھلا ایسا کون ہو سکتا ہے... یہاں میں رہتا ہوں... میرے بیوی بچے رہتے ہیں... میرا ایک بھائی اور ایک میری بیوی کے بھائی رہتے ہیں... بس یہ ہیں کل افراد۔ ان میں سے بھلا کون کسے ہلاک کرنا چاہتا ہے، اور کیوں؟"

"ابھی ہم اس سوال کا جواب تو خیر نہیں دے سکتے... لیکن بہت جلد آپ کو بتانے کے قابل ہو جائیں گے... ویسے آپ نے دو افراد کے نام نہیں لیے" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب... کون سے دو افراد۔"

"سلامت اور نجمہ۔"

"حد ہو گئی... اب یہ بے چارے ہم میں سے کسی کو ہلاک کرنے کی سازش کریں گے۔"

"ہاں! کیوں نہیں... اس بات کا بھی امکان ہے۔"

"ارے باپ رے... آپ تو ہم سب کو مجرم بنا کر رکھ دیں گے۔"

"سب کو نہیں... کسی ایک کو... اور میں آپ لوگوں کو خبردار کیے دیتا ہوں... پوری طرح ہوشیار رہیں... چیک کیے بغیر کوئی چیز نہ کھائیں۔"

ایسے میں دروازے کی گھنٹی بجی... انداز پروفیسر داؤد کا تھا۔ فاروق نے فوراً دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔

"ہمارے انکل پروفیسر داؤد آ گئے۔"

"او اچھا... جاؤ سلامت انہیں اندر لے آؤ۔"

"اس کام کے لیے فاروق جا چکا ہے۔" محمود نے فوراً کہا۔

پھر فاروق ان کے ساتھ اندر داخل ہوا...

"السلام علیکم حضرات... معلوم ہوتا ہے... یہاں کوئی سنگین مسئلہ درپیش ہے۔"

"آپ کا خیال غلط نہیں ہے... لیکن آپ سب سے پہلے اس ہاتھی کو دیکھ لیں۔"

"کک... کیا... کیا... ہاتھی۔"

"سچ مچ کا ہاتھی نہیں انکل... ہاتھی دانت کا ہاتھی۔"

"اوہ... تب تو ٹھیک ہے۔" انہوں نے سکون کا سانس لیا۔

"کیوں انکل... اگر ہم آپ کو اصل ہاتھی دکھاتے تو کیا ہو جاتا... ہاتھی تو انسان دوست جانور ہے۔"

www.urdufans.com

"ہاں! یہ تو ہے... لیکن بھئی... ہاتھی اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس سے بلاوجہ بھی ڈر لگتا ہے۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن انکل... یہ تو چھوٹا سا ہے۔"

"او ہاں... لاؤ۔"

انہوں نے ہاتھی کو ہاتھ میں لے لیا... پھر اس پر چند آلات لگا کر دیکھے... اچانک ان کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"نن... نہیں... نہیں۔" ان کی آواز میں خوف ہی خوف تھا۔

"کک... کیا ہوا انکل۔"

"یہ... یہ... ہاتھی نہیں۔"

"بھئی کیا کہا... یہ ہاتھی نہیں... تت... تو کیا یہ گھوڑا ہے۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

ان حالات میں بھی انہیں فاروق کے جملے پر ہنسی آ گئی۔

"اوہو... بھائی کیا میں ہاتھی کے بجائے گھوڑے سے ڈرتا ہوں۔" پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا... تاہم ہنسی انہیں بھی آ گئی تھی۔

"پپ پتا نہیں انکل۔" فاروق بولا۔

"حد ہو گئی... میرا مطلب ہے... یہ ہاتھی نہیں... بم ہے بم۔"

"جی کیا!!!"

"بھئی... میں کہتا ہوں... فوراً گھر خالی کر دو... میں اس کو باہر نہیں پھینک سکتا... اس طرح نہ جانے کتنے لوگ اس کا شکار ہو جائیں گے۔"

وہ سب بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے... پروفیسر داؤد نے ہاتھی کو وہیں میز پر رکھ دیا تھا... جلد ہی سب کے سب باہر نکل آئے اور کوٹھی سے دور ہوتے چلے گئے۔

"لیکن انکل... یہ ہاتھی تو نہ جانے کب سے گھر میں ہے۔"

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"اگر اس کے اندر بم ہے تو اب تک پھٹ جانا چاہیے تھا۔"

"اب یہ تو معلوم نہیں کہ وہ ٹائم بم ہے... ریموٹ بم ہے، یا دھماکے سے پھٹنے والا بم ہے... مجھے یہ چیک کرنے کی مہلت کہاں ملی... جونہی آلے نے بتایا کہ اس میں بم ہے... ہم بھاگ کھڑے ہوئے... اور اس کا کیا پتا... وہ کب پھٹ جائے... پھٹتا بھی ہے یا نہیں۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے... آخر یہ اس گھر میں ہو کیا رہا ہے... پہلے زہر... پھر سانپ اور اب بم... بم کے بعد وہ نامعلوم شخص کیا چیز استعمال کرے گا۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"میرا خیال ہے... اس کے بعد وہ خود حملہ کرے گا۔"

"یہ... یہ تم لوگ کیا کہہ رہے ہو۔" پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

"آپ ابھی آئے ہیں نا... اس لیے... آپ کو معلوم نہیں... یہ گھرانہ خوفناک حالات کا شکار ہے... اور ابھی تک وجہ کا دور دور تک پتا نہیں... نہ یہ معلوم ہو سکا کہ کون اس گھر کے کسی ایک آدمی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے... جب کہ اس بم نے ہمیں بتایا ہے... اس گھر کا دشمن تو بس اس گھر کو تباہ و برباد کرنے پر تلا ہوا ہے... چاہے وہ کسی صورت میں ہو... ایک آدمی ہلاک ہو جائے یا پورا گھرانہ... اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں... اور ایسا شخص بہت خطرناک ہوتا ہے... لہٰذا ہمیں جلد از جلد اس کا سراغ لگانا ہوگا... ہم آپ کو مختصر طور پر حالات سنا دیتے ہیں انکل... یعنی وہ اب تک کیا کیا کوششیں کر چکا ہے۔"

"ہوں... بتاؤ۔"

انہوں نے تفصیل سنا دی... ادھر بم نہیں پھٹا تھا... پھر بم سکواڈ کو فون کیا گیا... وہ جلد وہاں پہنچ گیا... تمام تر حفاظتی انتظامات کرنے کے بعد وہ اندر داخل ہوئے... اور بم کو ناکارہ کر کے باہر لے آئے...

انہوں نے دیکھا... ہاتھی دانت کا ہاتھی اندر سے کھوکھلا تھا اور اس کے اندر ایک ننھا سا بم رکھا تھا۔

"بم بہت چھوٹا ہے... لیکن اس گھر کے ایک آدمی کو ہلاک کرنے کے لیے بہت کافی ہوتا... خدا کا شکر کریں... وقت پر اس کا پتا چل گیا۔"

"لیکن یہ چلتا کیسے۔"

"ریموٹ کنٹرول ہے... جونہی کوئی ریموٹ کا بٹن دباتا... بم پھٹ جاتا اور جس کے ہاتھ میں یہ ہاتھی ہوتا... اس کے ٹکڑے اڑ جاتے۔"

"ارے باپ رے... کیا اور کسی کو نقصان نہ پہنچتا۔"

"تھوڑا بہت... تو باقی لوگوں کو بھی نقصان پہنچتا۔"

"تب تو ہمیں پھر پہلے خیال پر واپس آنا پڑے گا۔"

"کک... کیا مطلب... پہلے خیال پر۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہاں! یہ کہ اس گھر کے کسی ایک فرد کو کوئی نامعلوم آدمی ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"

"اوہ... نہیں۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

O...O...O

اوہ اوہ

اب سب پر سکتہ طاری ہو گیا تھا... ایسے میں فرزانہ کے منہ سے نکلا:

"ارے باپ رے۔"

"اب یہ ارے باپ رے تم کہاں سے لے آئیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"میں نے انکل... اس ہاتھی کا سونڈھ ہلتے دیکھا تھا..."

"کیا کہا... سونڈھ ہلتے دیکھا تھا۔" پروفیسر داؤد حیرت زدہ رہ گئے۔

"ہاں ابا انکل... اور مجھے وہم نہیں ہوا تھا۔"

پروفیسر داؤد نے جواب میں کچھ نہ کہا... فکرمندانہ انداز میں ہاتھی کی طرف بڑھے اور میز پر سے اسے اٹھا لیا... انہوں نے اسے چھو کر، اس کی سونڈھ کو ہلا کر دیکھا.. لیکن سونڈ اپنی جگہ پر فٹ تھی... اگر سونڈ کو ہلایا جاتا تو پورا ہاتھی ہلتا.. نہ کہ صرف سونڈ۔

"نہیں فرزانہ... تمہیں ضرور وہم ہوا تھا... ویسے یہ ہاتھی ہے خوب صورت... اور اب جب کہ اس میں سے بم نکال لیا گیا ہے،"

یہ آتش دان پر رکھا جا سکتا ہے۔"

"ہاں! کوئی حرج نہیں۔" جالب خان مسکرائے۔

پروفیسر داؤد نے اس کو آتش دان پر رکھ دیا۔۔۔

"گھر کے افراد میں سے وہ کون ہے۔۔۔ جس کا خیال ہے کہ کوئی اگر قتل کرنا چاہتا ہے تو صرف اسے۔" فرزانہ نے سوال کیا۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔۔۔ اور پھر نفی میں سر ہلا دیے۔

"نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔" جالب خان نے کہا۔

"آپ لوگوں کی آپس میں کوئی رنجش تو نہیں۔"

"ہرگز نہیں۔۔۔ ہم سب پیار و محبت سے رہتے ہیں۔"

"آپ میں سے کسی کو قتل کر کے کسی کو کوئی زبردست فائدہ پہنچتا ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ میرا کاروبار ضرور پھیلا ہوا ہے۔۔۔ لیکن وہ سب پہلے ہی ان سب کا ہے۔۔۔ جو جس کا حصہ ہے۔۔۔ وہ یہ میری زندگی میں جب چاہیں، لے سکتے ہیں۔۔۔ میرے مرنے کے بعد لینا پسند کریں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، یہ اعلان میں نے بہت پہلے کر دیا ہے۔۔۔ لہٰذا یہاں اس بات کا بھی کوئی امکان نہیں۔۔۔ کہ جائیداد کی خاطر کوئی دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش کرے گا۔۔۔ میری موت کی تو یہ ہرگز خواہش نہیں کریں گے۔۔۔ اس لیے کہ میں نے اپنی زندگی میں ہی انہیں کاروبار کا مالک بنا دیا ہے۔۔۔ ان لوگوں نے کام

کاج سنبھالا ہوا ہے۔"

"لیکن ان میں سے کوئی یہ تو سوچ سکتا ہے کہ اگر فلاں مر جائے تو اس کا حصہ بھی مجھے مل جائے گا۔۔۔ اور اگر فلاں مر جائے تو اس کا حصہ بھی مجھے مل جائے گا۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"توبہ کریں توبہ۔۔۔ ہم لوگوں نے آج تک ایسا کبھی نہیں سوچا۔" عاقب خان نے جھلا کر کہا۔

"یہ آپ صرف اپنے بارے میں کہہ سکتے ہیں۔" محمود مسکرا دیا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"یہ بات آپ دوسروں کے بارے میں نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے دوسروں کے خیالات کیا ہیں، ان کی سوچ کیا ہے۔۔۔ وہ آپ کو معلوم نہیں۔"

"ہوں! واقعی۔۔۔ میں نہیں جانتا۔۔۔ لیکن اندازہ ضرور ہے کہ اس ذہن کا ہمارے گھر میں کوئی آدمی نہیں۔"

"تب پھر ذرا آپ ہی بتا دیں۔۔۔ وہ کون ہے۔۔۔ جس نے اس گھر میں بم رکھا ہے۔۔۔ وہ کون ہے جس نے زہر ملایا تھا اور وہ کون ہے، جس نے یہاں سانپ چھوڑا تھا۔"

"ویسے سانپ، زہر اور یہ بم۔۔۔ تینوں چیزیں ایک طرف اشارہ کر رہی ہیں۔" فاروق نے پراسرار انداز اختیار کیا۔

"کس طرف۔" فرزانہ اس کی طرف مڑی۔

"جو شخص اس گھر میں کسی کی موت کا خواہش مند ہے،
اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ کون مرتا ہے... مطلب یہ کہ اس
کی بلا سے کوئی بھی مر جائے... بس وہ تو یہ چاہتا ہے، کوئی نہ کوئی مر
ضرور جائے... آخر کیوں۔"

وہ سب یہ سن کر سناٹے میں آ گئے... کیونکہ یہ بات بالکل
واضح تھی... اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں تھا... اگر وہ کسی خاص
آدمی کو ہلاک کرنا چاہتا تو وہ صرف اسے نشانہ بناتا، جب کہ سانپ کو
یہ معلوم نہیں ہوتا... کہ اسے کس شخص کو ڈسنا ہے... نہ ہم کو معلوم
ہوتا ہے کہ اسے کس شخص کو ہلاک کرنا ہے... رہ گیا دودھ کے گلاس
والوں والا معاملہ... ان میں سے صرف ایک گلاس میں زہر تھا اور وہ
گلاس ان میں سے کسی کے حصے میں بھی آ سکتا تھا۔"

"ہوں... معاملہ حد درجے الجھا ہوا ہے... اور میں یہاں ابا
جان کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہی ہوں۔" فرزانہ نے
پریشانی کے عالم میں کہا۔

عین اس لمحے دروازے کی گھنٹی بجی...

"یہ... یہ اس وقت کون آ گیا... سلامت دیکھنا جا کر۔"
جالب خان بولے۔

"نہیں... ہم میں سے کوئی جائے گا... فاروق تم جاؤ۔"

فاروق نے اسے گھورا... جیسے کہہ رہا ہو...

"کیا تم یہاں مجھ پر افسر لگے ہوئے ہو۔"

لیکن اس نے منہ سے کچھ نہ کہا اور دروازے کی طرف چلا
گیا... واپس لوٹا تو اس کے ساتھ انسپکٹر راجا شاکر تھا...

"کہیے جناب! کچھ معلوم ہوا۔"

"ابھی تک ہم کچھ معلوم نہیں کر سکے... اب ہم سپیروں کی
بستی کی طرف جا رہے ہیں... کیونکہ گھر میں ایک عدد سانپ لایا گیا
ہے۔"

"یوں تو گھر میں بم بھی لایا گیا ہے اور زہر بھی لایا گیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں... ہم یہ جائزہ بھی لیں گے کہ زہر یہاں
کیسے آ گیا اور بم یعنی ہاتھی کیسے آ گیا۔"

پھر وہ گھر سے نکلے... خان رحمان کی گاڑی میں سپیروں کی
بستی میں پہنچے... وہ خود ہی ان کی کار کے نزدیک آ گئے۔

"کوئی سانپ چاہیے صاحب... پالنے کے لیے۔" ایک
بوڑھا بولا... اس کے ہاتھ میں بین تھی۔

"کیا مطلب... کیا لوگ اب سانپ بھی پالنے لگے ہیں۔"

"ہاں جناب... اگر ہاتھی پالے جاتے ہیں... شیر، چیتے،
گینڈے پالے جا سکتے ہیں تو سانپ کیوں نہیں۔"

"یہ سب چیزیں تو چڑیا گھروں میں پائی جاتی ہیں..."

"سانپ بھی عام طور چڑیا گھروں کے لیے خریدے جاتے
ہیں... لیکن کچھ لوگ اپنے گھروں میں پالنے کے لیے سانپ بھی لے
جاتے ہیں۔"

"تو تمہیں ڈر نہیں لگتا۔"

"نہیں... مخصوص قسم کے پنجروں میں بند کر کے دیتے ہیں ہم۔"

"لیکن پنجروں کو تو کوئی ہاتھ لگا سکتا ہے... میرا مطلب ہے، گھر کا کوئی بچہ... تو کیا سانپ اسے ڈس نہیں لے گا۔"

"نہیں... یہ پنجرے دوہری دیواروں کے بنائے جاتے ہیں... سانپ کا پھن، زبان وغیرہ اندرونی دیوار تک رہتی ہے اور بس۔"

"زہر کے بغیر بھی سانپ مل جاتے ہیں۔"

"جی ہاں! کیوں نہیں... ہر طرح کے سانپ مل سکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... آپ ایک سانپ کم از کم کتنے کا اور زیادہ سے زیادہ کتنے کا دیتے ہیں۔"

"جیسا سانپ ویسے پیسے۔" بوڑھا بولا۔

"آپ کچھ تو بتائیں... تاکہ ہمیں اندازہ ہو جائے۔"

"آپ غریب لوگ تو لگتے نہیں۔"

"اللہ کی مہربانی ہے۔"

"پھر کیوں قیمت کی بات پوچھ رہے ہیں۔"

"اس کی وجہ ہے... پہلے آپ بتائیں۔"

"صرف دو سو روپے میں سانپ دے دیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ دس ہزار کا سانپ بھی مل سکتا ہے۔"

"خیر... ایک پنجرے میں پانچ سو روپے والے دو سانپ ڈال کر لے آئیں... لیکن ہوں بے ضرر... ان میں زہر نہ ہو۔"

"جی اچھا۔" بوڑھے نے خوش ہو کر کہا اور چلا گیا... باقی لوگ وہیں کھڑے رہ گئے۔

"کیا یہاں اکثر لوگ آتے رہتے ہیں... سانپ خریدنے کے لیے۔"

"اکثر کہاں آتے ہیں جناب... مہینے میں دو چار آ جاتے ہیں... لہٰذا ہم سانپوں کا تماشا شہر میں دکھاتے پھرتے ہیں... اور اپنی روزی کماتے ہیں۔" ایک نوجوان بولا۔

"ایک آدھ ہفتہ پہلے کوئی صاحب یہاں آئے تھے سانپ خریدنے۔" انہوں نے سرسری انداز میں کہا۔

"جی ہاں! ایک صاحب آئے تو تھے... لیکن انہیں زہریلے سانپ پالنے کا شوق تھا... آپ کی طرح نہیں۔" نوجوان مسکرایا۔

"ہماری طرح نہیں... کیا مطلب؟"

"آپ نے زہر کے بغیر سانپ مانگے ہیں... انہوں نے ایک سانپ خریدا تھا... زبردست قسم کا زہریلا... بابا نے پانچ ہزار کا دیا تھا۔"

"اوہو اچھا... آخر لوگ زہریلے سانپ کیوں خریدتے ہیں... پالنے کے لیے تو زہر کے بغیر ہی خریدنے چاہئیں..."

"کچھ لوگ سانپوں کے زہر کو کام میں لاتے ہیں... دواؤں میں استعمال کرتے ہیں... اور بھی کئی کام لیتے ہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے.. دوسروں کو جان سے مار ڈالنے کا۔"

"ارے باپ رے... نہیں... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ گھبرا گیا۔

"خیر... آپ کا جو بھی مطلب تھا... وہ کیسا آدمی تھا... جو زہریلا سانپ لے گیا تھا۔"

"نوجوان سا آدمی تھا... لمبی سی ناک والا۔" اس نے کہا۔

"ہم آپ لوگوں کو کچھ انعام دینا چاہتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"انعام... جی... کیا مطلب... کیسا انعام۔"

"ہمیں آپ اس آدمی کے بارے میں بتائیں... ہم دو سانپوں کے برابر رقم آپ کو انعام میں دیں گے۔"

"کک... کون سے دو سانپوں کے برابر۔"

"جیسے آپ کے بابا لینے گئے ہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے... آپ ہمیں ایک ہزار روپے دیں گے۔"

"ہاں! بالکل۔"

"یقین نہیں آرہا۔"

"تو پہلے لے لیں۔" محمود ہنسا۔

"کک... کیا واقعی۔" اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"ہاں! یہ لیں۔" خان رحمان نے جیب سے ہزار روپے

نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔

اس نے نوٹ اس طرح جھپٹ لیے... جیسے وہ دینے کا ارادہ بدل دیں گے... پھر بولا:

"ہاں! اب پوچھیں۔"

"وہ کون تھا جو چند دن پہلے ایک سانپ خرید کر لے گیا تھا۔"

"ہم اس کا نام نہیں جانتے۔"

"اور کیا سانپ خطرناک تھا۔"

"ہاں! زہریلا تھا..."

"چلیے اس کا پورا حلیہ ہی بتا دیں۔"

"ہاں ضرور کیوں نہیں... وہ درمیانے قد کا دبلا پتلا آدمی تھا... ناک لمبی تھی... آنکھیں چھوٹی اور سیاہ رنگ کی... پیشانی پر ایک سیاہ رنگ کا تل، دو آنکھوں کے عین درمیان میں اوپر کی طرف..."

"اوہ اوہ۔" وہ دھک سے رہ گئے۔

بدن میں سنسنی کی لہریں اٹھتی محسوس ہوئیں... اسی وقت انہوں نے قدموں کی آواز سنی۔

O...O...O

خریدنے والا

انھوں نے دیکھا... بوڑھا سپیرا پنجرہ ہاتھ میں لیے چلا آرہا تھا... اس کے اندر دو سانپ بھی مچل رہے تھے... ان سانپوں کو دیکھ کر انھیں خوف سا محسوس ہوا:

"یہ رہے آپ کے سانپ۔"

"یہ تو خیر ٹھیک ہے... یہ رہے ہمارے سانپ... آپ کے بیٹے سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ چند دن پہلے ایک صاحب ایک زہریلا سانپ لے گئے تھے... اس کا حلیہ بھی انھوں نے بتایا ہے... کیا آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔"

"تب یہ ایک خطرناک خرید و فروخت ہے۔" محمود نے فوراً کہا۔

"خطرناک خرید و فروخت... کیا مطلب؟"

"اس طرح تو یہ خریدار ایسے سانپوں کے ذریعے کسی کو ہلاک بھی کرسکتے ہیں۔"

"ہاں! ایسا ہوسکتا ہے... لیکن آج کل یہ خطرناک طریقہ

کوئی اختیار نہیں کرتا... اس میں تو قتل کرنے والا خود بھی سانپ کا شکار ہوسکتا ہے... لہٰذا لوگ آسان کام کرتے ہیں... آج کل پستول سے ہلاک کرنا کیا مشکل ہے... یا پھر خنجر سے... زہر سے... یہ سب کام سانپ کی نسبت آسان ہیں۔ اس لیے اس کی کوئی مثال پورے ملک میں ڈھونڈے سے نہیں ملے گی کہ کسی نے سانپوں کے ذریعے فلاں شخص کو قتل کرایا۔"

"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... لیکن یہ طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔"

"لیکن اس میں وار یقینی نہیں ہوتا.. سانپ کاٹے نہ کاٹے.. کاٹنے سے پہلے وہ دوسروں کو نظر آجائے.. اور خود سانپ مارا جائے.. یہ بھی کچھ ہوسکتا ہے۔" بوڑھے سپیرے نے کہا۔

"ہوں! یہ بات بھی ٹھیک ہے... اچھا شکریہ اب ہم چلتے ہیں۔"

وہ وہاں سے واپس روانہ ہوئے...

"آپ نے ملاحظہ فرمایا انکل... اس نے کس کا حلیہ بتایا ہے۔"

"ہاں۔" خان رحمان نے کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"کس کا حلیہ ہے بھلا وہ۔"

"جالب خان کا۔"

"بس... اس کا مطلب ہے... خود جالب خان اپنے گھر کے

کسی فرد کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"

"ہاں! اس کا مطلب یہی بنتا ہے... لیکن... یہ بات حلق سے نہیں اترتی... میرا خیال ہے... جالب خان ایسے آدمی نہیں ہیں۔"

"تب پھر... ان لوگوں نے ان کا حلیہ کیوں بتایا ہے۔"

"اس سوال کا جواب جالب خان دیں گے... اور ہم وہیں چل رہے ہیں۔"

وہ جالب خان کی کوٹھی پہنچ گئے... اب دروازے پر انہیں دو کانسٹیبل کھڑے نظر آئے۔

"خطرہ اندر ہے... یہ بے چارے باہر کھڑے ہو کر کیا کریں گے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"انہیں کیا معلوم... کہ خطرہ کہاں ہے اور کہاں نہیں... انہیں تو جو ہدایات دی گئی ہیں... یہ وہ بجا لائیں گے۔" خان رحمان بولے... پھر وہ اندر داخل ہوئے...

گھر کے سب لوگ خود ہی ڈرائنگ روم میں آ گئے اور ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

"کیا پتا چلا... کیا ان لوگوں سے کوئی شخص سانپ لے کر آیا تھا۔" جالب خان نے پوچھا۔

"ہاں! ایک صاحب سانپ لائے ہیں۔"

"واہ... بہت خوب۔" اختر بیگ نے خوش ہو کر کہا۔

"انہوں نے اس کا نام کیا بتایا۔"

"نام نہیں بتا سکے وہ... سانپ خریدنے والے نے انہیں اپنا نام نہیں بتایا تھا... ہاں ان لوگوں نے اس کا حلیہ ضرور بتایا ہے۔"

"پھر... کیا حلیے سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔" عاقب خان نے جلدی سے کہا۔

"کہہ نہیں سکتے... ویسے آپ کو حلیہ بتا دیتے ہیں... اس شخص کا قد درمیانہ، جسم دبلا پتلا، چھوٹی سیاہ آنکھیں... ناک لمبی... اور پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان میں اوپر کی طرف سیاہ تل۔"

"کیا... نہیں۔" وہ بری طرح اچھلے۔

"کیا مطلب؟" جالب خان چلائے۔

"نن... نہیں... نہیں... یہ غلط ہے... یہ نہیں ہو سکتا... یہ تو بھائی جان کا حلیہ ہے۔" عاقب خان نے گرج دار آواز میں کہا۔

"ہاں! یہ حلیہ انہی کا ہے... اس حلیے کا اس گھر میں اور کوئی آدمی نہیں... سوال یہ ہے کہ اگر یہ وہاں سانپ خریدنے نہیں گئے تو ان لوگوں کو ان کا حلیہ کیسے معلوم ہو گیا۔"

"تب یہ میرے خلاف کوئی سازش ہے... کوئی سوچی سمجھی سازش... اور آپ اس سازش کو بے نقاب کریں... یہ آپ کا مجھ پر احسان ہو گا۔"

"اگر یہ کام آپ کا نہیں... تب یہ سازش ہی ہو گی... اور ہم اس صورت میں ضرور سازش کو بے نقاب کریں گے... لیکن اگر یہ

کام آپ کا ہے... تب ہم آپ سے پوچھیں گے... آپ نے ایسا کیوں
کیا... اور معاملہ قانون کے حوالے کر دیں گے۔"

"ٹھیک ہے... مجھے کوئی اعتراض نہیں... اس لیے کہ میں
سانپ خریدنے ہرگز نہیں گیا۔"

"خیر... ویسے کیا خیال ہے... ہم اس سپیرے کو یہاں
کیوں نہ بلالیں... وہ آپ دیکھ کر یقین سے کوئی بات کہہ سکے گا۔"

"ہاں! ٹھیک ہے... ضرور ایسا کریں۔"

اب محمود نے اکرام کو فون کیا... اسے مختصر طور پر بات سنائی
اور کہا کہ وہ اب اس سپیرے کو ذرا جالب خان کے ہاں لے آئے۔

آدھ گھنٹہ بعد اکرام اس سپیرے کے ساتھ اندر داخل
ہوا... سپیرے کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں... انہیں دیکھتے
ہی وہ بول اٹھا۔

"لیکن جناب! میں نے کوئی جرم نہیں کیا.. سانپ فروخت
کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔"

"ان میں سے وہ کون صاحب ہیں... جنہوں نے آپ سے
سانپ خریدے تھے... آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں... آپ نے
تو صرف سانپ فروخت کیے ہیں... یہاں تو لوگ غیر قانونی کلاشن
کوفیں اور راکٹ لانچر تک لیے پھرتے ہیں۔"

"اوہ اچھا... تب تو شکر ہے... میں تو ڈر گیا تھا۔"

اب اس نے ان سب پر ایک نظر ڈالی اور فوراً ہی جالب خان

کے چہرے پر اس کی نظریں ٹک گئیں۔

"یہ... یہی تھے وہ۔"

"غلط... بالکل غلط۔" وہ چلائے۔

سپیرے کو ایک جھٹکا سا لگا... اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ
گئی... فوراً ہی اس کے منہ سے نکلا:

"ارے... یہ... یہ کیا۔"

"کیوں... کیا ہوا؟؟"

"وہ تھے تو یہی... لیکن اس وقت ان کی آواز بہت باریک سی
تھی... لیکن اب ان کی آواز بہت بھاری بھرکم ہے۔"

"اس کا مطلب ہے... جالب صاحب آپ نے ان سے آواز
[illegible]

"حد ہو گئی یعنی کہ... آپ تو زبردستی مجھے مجرم بنا دیں
گے۔"

"ہمیں کیا ضرورت ہے بنانے کی... جب کہ آپ خود ہی بن
گئے ہیں۔"

"نہیں... یہ غلط ہے... نہ تو میں نے سانپ خریدا... نہ زہر
اور نہ ہم... یہ کسی اور کا کام ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے... اس نے یہ کام آپ کے میک اپ
میں کیا ہے۔"

"ہاں اور وہ اپنی باریک آواز کو میری آواز کے مطابق نہیں

مار سکا۔"

"خیر... اس سے ایک بات ضرور ثابت ہو گئی۔"

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ اس گھر کے خلاف کوئی شخص کارروائی میں ضرور مصروف ہے... لیکن کیوں مصروف ہے... یہ ابھی تک ہم نہیں جان سکے... آپ جا سکتے ہیں بابا۔"

"بہت بہتر جناب... آپ کا شکریہ۔"

بوڑھا بیرا خوش خوش چلا گیا۔

"اور ہم وہیں ہیں... جہاں سے چلے تھے..."

"اب ابا جان کو بلانا ہی ہو گا۔"

انہوں نے گھر فون کیا... ان کی والدہ نے بتایا کہ وہ ابھی نہیں لوٹے... للذا وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے...

"خود ہی کچھ کرنا ہو گا۔" محمود بڑبڑایا۔

"لیکن ہم کیا کریں۔" فرزانہ بولی۔

"عقل استعمال کریں۔" فاروق مسکرایا۔

"واقعی... فاروق نے یہ بات پتے کی کی... ہمیں عقلوں کو کام میں لانا ہو گا... تبھی یہ گتھی سلجھے گی۔"

وہ سوچ میں ڈوب گئے... آخر فرزانہ نے سر اٹھایا۔

"میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔"

"چلو شکر کرو... ہمارے ذہنوں میں تو ایک بات بھی نہیں

آئی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"مجھے شکر کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں اور خود منہ بنا رہے ہیں۔"

"اس لیے کہ یہ دو الگ الگ باتیں ہیں... ویسے تمہارے ذہن میں کیا بات آئی ہے... پہلے تو وہ بتا دو۔"

"ہاں ضرور... ہاتھی دانت والا بم... سانپ اور زہر... آخر کوئی نہ کوئی تو گھر کے اندر لایا ہی ہے... یہ چیزیں ہوا میں اڑ کر تو آ نہیں گئیں۔"

"یہ بات تو سب کو معلوم ہے، تم نے کون سی نئی بات بتائی۔"

"سانپ حاصل کرنا آسان ہے... لیکن زہر اور بم حاصل کرنا آسان نہیں... اب دیکھنا یہ ہے کہ اس گھر میں یہ دو چیزیں لانے کے قابل کون ہے... کم از کم یہ کام سعدیہ صاحبہ اور نادیہ صاحبہ کا تو ہو نہیں سکتا... اور نہ ان کی والدہ کا... نہ سلامت اور اس کی بیوی کا... باقی رہ گئے جالب خان، اختر بیگ اور عاقب خان... غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ کام ان میں سے کس کا ہے۔"

"ہوں ٹھیک ہے... لیکن ہم سلامت اور ان کی بیوی کو الگ کر کے غلطی تو نہیں کر رہے... ہو سکتا ہے... یہ دونوں کوئی پرانے جرائم پیشہ ہوں... اور اس وقت اس گھر میں ملازموں کے روپ میں رہ رہے ہوں... بلکہ انہوں نے میک اپ بھی کر رکھا ہو۔"

"جی نہیں... نہیں۔" وہ دونوں چلا اٹھے۔

ان کے اس طرح چلانے پر انہیں بہت حیرت ہوئی... ان
کی نظریں دونوں پر جم گئیں۔

"میں نے تو ایک خیال ظاہر کیا تھا... آپ اس قدر زور سے
کیوں چلائے۔"

"یہ... یہ کافی خوفناک الزام ہے... اس لیے۔" سلامت
نے ہانپ کر کہا۔

"انکل اکرام... آپ ذرا ریکارڈ منگا لیں... اور ان کی
انگلیوں کے نشانات لے لیں۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"اچھی بات ہے۔"

"کیا مطلب۔" سلامت نے چونک کر کہا۔

"پہلے ہم آپ دونوں کی طرف سے بے فکر ہو جانا چاہتے
ہیں..."

"کیا آپ کے خیال میں یہ جرم ہمارا ہے۔"

"ہم ابھی اپنا خیال ظاہر نہیں کر سکتے۔"

"ارے... یہ... یہ کیا۔"

پروفیسر داؤد کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

O...O...O

سونگھتی ہے

وہ ان کی طرف گھوم گئے... ان کی آنکھوں میں حیرت اور
خوف نظر آ رہے تھے اور پوری طرح نظر آ رہے تھے... یوں لگتا تھا
جیسے انہوں نے بہت ہولناک چیز دیکھ لی ہو... لیکن ڈرائنگ روم میں
تو کوئی نئی چیز نہیں آئی تھی... وہی کچھ تھا جو پہلے سے وہ دیکھ رہے
تھے، آخر فاروق نے پوچھا:

"اب آپ کو کیا ہوا؟"

"فف... فف... فرزانہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"جی... کیا کہا آپ نے... فف... فف... فرزانہ... ویسے
فرزانہ کا یہ نیا نام پسند آیا... اب ہم بھی اسے فف فف فرزانہ کہا کریں
گے۔"

"حد ہو گئی۔" فرزانہ نے آنکھیں نکالیں۔

"فف... فف فرزانہ نے ٹھیک کہا تھا۔" وہ کھوئے کھوئے
انداز میں بولے۔

"لیکن آپ کا اشارہ کون سی بات کی طرف ہے... اس کی تو
ہر بات ہی ٹھیک ہوتی ہے۔"

"وہ... ہاتھی والی بات۔" انہوں نے اب بھی اسی انداز میں
کہا۔

"ہاتھی والی بات... کیا مطلب؟"

"اس کی... سونڈ ہلی تھی... میں نے ابھی ابھی اس کو ہلتے
دیکھا ہے۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

اور پھر ان کی آنکھوں میں بھی خوف دوڑ گیا... کمرے میں
بجلی کا پنکھا نہیں چل رہا... نہ ہوا کے جھونکے کسی طرف سے آ رہے تھے...
باہر موسم بھی پر سکون تھا... ہاتھی دانت کا بنا ہوا وہ ہاتھی اتنا ہلکا نہیں
تھا اور اس کی سونڈ باقی جسم سے الگ نہیں تھی... یعنی کسی پن وغیرہ
سے اٹکائی نہیں گئی تھی کہ وہ ہل سکتی... لہٰذا اس کی سونڈ کا خود بخود ہلنا...
ایک خوفناک بات تھی اور یہ خوفناک بات اب پروفیسر داؤد نے دیکھ
لی تھی جب کہ پہلے صرف فرزانہ نے یہ دیکھا تھا...

"اب تو اس میں سے بم بھی نکال لیا گیا ہے۔" محمود کے منہ
سے نکلا۔

"کیا مطلب... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو... کہ پہلے چونکہ اس
میں بم تھا... لہٰذا اس بم کی وجہ سے سونڈ ہلی تھی... لیکن یہ تو فضول
سی بات ہے... سونڈ کے ہلنے کا بم کے ہونے نہ ہونے سے کوئی تعلق
نہیں ہو سکتا۔"

"تب پھر... یہ ہاتھی آخر کیا چیز ہے۔"

"اور ابھی تک ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کو یہاں
لایا کون ہے۔" فرزانہ بولی۔

"اب میں بہت خوف محسوس کر رہا ہوں... ہمیں جلد از
جلد اس ہاتھی کے بارے میں جان لینا چاہیے۔"

"لیکن کیسے؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اس کو لیبارٹری لے جانا ہو گا۔"

"تب پھر آپ تو اسے لے جائیں... ہم ذرا ریکارڈ چیک
کر لیں... انکل اکرام آپ فوراً ریکارڈ اپنے کسی ماتحت کے ذریعے
منگا لیں۔"

"اوہ ہاں... کیوں نہیں۔" یہ کہہ کر وہ فون کرنے لگے۔

"تب پھر میں تو چلا..."

انہوں نے ڈرتے ڈرتے ہاتھی کو اٹھایا اور کمرے سے نکل
گئے... ان کی نظریں اب سلامت اور نجمہ پر جم گئیں۔

"آپ کیا کہتے ہیں۔"

"کچھ نہیں... اس ہاتھی سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔"

"ابھی معلوم ہو جائے گا... کیا تم دونوں میک اپ میں ہو؟"

"نن... نہیں۔" سلامت نے فوراً کہا۔

"کیا پہلے تمہارا تعلق جرائم سے رہا ہے۔"

"نن نہیں۔" وہ بولے۔

"تب پھر تم اس قدر گھبرا کیوں گئے ہو۔"

"پتا نہیں کیوں... ہم پر گھبراہٹ طاری ہو گئی ہے۔"

"کچھ نہ کچھ بات ضرور ہے..."

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔ معاملہ ہر لمحے خوفناک تر ہوتا جا رہا ہے۔ آپ لوگ آخر انسپکٹر صاحب کو کب بلائیں گے۔" جالب خان بولے۔

"وہ ابھی تک آئے نہیں... اور یہ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں... ہیں بھی شہر سے باہر..." فرزانہ نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"تب پھر... یہ مسئلہ کیسے سلجھے گا... آپ کے تو بس سے باہر نظر آ رہا ہے۔" جالب خان بولے۔

"آپ ذرا دیر صبر کریں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ہمارا کیا ہے... ہم تو صبر کر ہی لیں گے۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

پھر وہاں ریکارڈ پہنچ گیا... انہوں نے ان کی انگلیوں کے نشانات لے لیے... نشانات اور تصاویر کے ساتھ جائزہ شروع ہوا... ریکارڈ کا ایک ایک ورق غور سے دیکھا جانے لگا... آخر ایک صفحے پر ان کی نظریں رک گئیں... اس صفحے پر ایک مرد اور ایک عورت کی تصویریں تھیں... ان کی انگلیوں کے نشانات ان دونوں سے مل گئے، صفحے پر لکھا تھا۔

"مسٹر اینڈ مسز جیکی... دو غیر ملکی... بہت خطرناک، جہاں جاتے ہیں... وہاں خون

خرابہ ضرور ہوتا ہے، یا تباہی ضرور مچتی ہے... لیکن یہ دونوں صاف نکل جاتے ہیں، خود کو خون خرابے سے بھی بچا لیتے ہیں... اور تباہی سے بھی... پھر یہ دور دور تک نظر نہیں آتے ایسے غائب ہوتے ہیں جیسے اس معاملے سے ان کا تعلق دور کا بھی نہ ہو...

دس سال پہلے ایک دولت مند کو انہوں نے نہایت صفائی سے قتل کیا... پولیس لاکھ کوشش کے بعد بھی کوئی ثبوت یا سراغ حاصل نہ کر سکی... لیکن پھر اس وقت کے مشہور سراغرساں انسپکٹر خلیل احمد نے ان کی انگلیوں کے نشانات ایک چیز پر سے حاصل کر ہی لیے... اور ان کی تصاویر بھی حاصل کر لیں... اس طرح ریکارڈ میں یہ چیزیں شامل کی گئیں... لیکن ان کی گرفتاری پھر بھی عمل میں نہ آ سکی۔

اس کے پانچ سال بعد یہ پھر ایک بڑے گھر میں نظر آئے... لیکن جب تک پولیس ہوشیار ہوتی... اس وقت تک یہ غائب ہو چکے تھے... اور اس دولت مند کی لاش ہی

وہاں سے مل سکی تھی... یہ آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ دونوں نے انھیں کیوں قتل کیا تھا.. اس کے بعد سے کہ اب تک یہ دونوں پھر نظر نہیں آئے تھے۔'

"گویا آج پھر ہم ان دونوں کو دیکھ رہے ہیں۔" محمود نے سرد آواز میں کہا۔

"کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔" سلامت عرف جیکی مسکرایا... اب اس کے چہرے پر گہرا طنز تھا۔

"کیا مطلب؟"

"ہم اپنا کام کر کے ہی یہاں سے جائیں گے اور تم لوگ ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے... لیکن اس وقت ملنے کی ضرورت نہیں ہاتھ... بس آپ لوگ ذرا ہاتھ سر سے اوپر اٹھا دیں۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی جیکی کے ہاتھ میں ایک عجیب قسم کا پستول نظر آیا... اس پستول کو دیکھ کر وہ زور سے اچھلے... وہ اس کو پہچانتے تھے... اس سے ایک انتہائی خطرناک گیس نکلتی تھی... اس سے نشانہ لینے کی ضرورت بھی نہیں تھی... بس جس کو ہلاک کرنا ہوتا تھا، اس کی طرف رخ کر کے ٹریگر دبا دیتے تھے... گیس کی دھار اس آدمی کی طرف جاتی تھی اور اس کے بدن میں آگ لگ جاتی تھی.. پھر اس کو بچایا نہیں جا سکتا تھا... گیس سے باقی لوگ بے ہوش ہو جاتے تھے۔

"ہاتھی دانت کا کیا چکر ہے۔"

"پروفیسر داؤد اپنی موت اپنے ساتھ لے گئے ہیں... ہم نے تو یہاں ان لوگوں کی موت کے لیے اس کو یہاں رکھا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں اس پورے گھرانے کو ہلاک کرنا تھا... لہٰذا وہ ہاتھی یہاں رکھ دیا تھا... یہ معلوم نہیں تھا کہ تم لوگ بھی یہاں تک پہنچو گے... تم نے اس کا نام ضرور نکال لیا ہے... لیکن وہ ہاتھی اب بھی آتش گیر مادے سے بھرا ہوا ہے... وہ بھی کسی بم کی طرح پھٹے گا اور پروفیسر داؤد کی کار اڑ جائے گی۔"

"اُن... نہیں۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی محمود نے باہر کی طرف چھلانگ لگائی۔

"خبردار۔" جیکی گرجا۔ اس کی آواز حد درجے خوفناک تھی۔

لیکن محمود کہاں رکنے والا تھا... دروازہ عبور کر گیا اور پھر دوڑتا چلا گیا...

"تونا... روکو اسے... پروفیسر کو فون نہ کرنے پائے۔" جیکی نے اپنی بیوی سے کہا۔

اس نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی... ادھر محمود ایک کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر چکا تھا اور موبائل پر پروفیسر داؤد کے نمبر ملا رہا تھا... عین اس لمحے تونا نے دروازے پر ٹکر دے ماری، ساتھ ہی نمبر مل گیا۔

"پروفیسر داؤد بات کر رہا ہوں۔"

"ہاتھی کو پھینک دیں فوراً۔"

ادھر نوتنا نے اس پر چھلانگ لگائی... موبائل اس کے ہاتھ سے نکل گیا... اس کے جسم کا دھکا محمود کو لے بیٹھا... وہ ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا... ساتھ ہی نوتنا نے ایک ٹھوکر بہت زوردار انداز میں اس کے سر پر رسید کر دی... پھر وہ یہ دیکھے بغیر پلٹی کہ وہ بے ہوش ہو گیا ہے یا نہیں... گویا اسے یقین تھا... وہ بے ہوش ہو چکا ہے...

وہ دوسرے کمرے میں داخل ہوئی... وہاں سب بتوں کی طرح ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے...

"کیا رہا؟"

"شاید وہ پیغام دینے میں کامیاب ہو گیا... لیکن جیکی ہمیں کیا... ہم ان لوگوں کو تو مارنے کے لیے نہیں آئے تھے... جن لوگوں کو ختم کیا جانا ہے... وہ ہمارے سامنے موجود ہیں اور میں ٹریگر دبا رہی ہوں۔"

"نن... نہیں... نہیں۔" وہ چلائے۔

"آخر تم ہمیں کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہو۔" جالب خان چلائے۔

"میرے منہ سے سوال نکل رہا ہے... الفاظ ختم ہوتے ہی اگر تم نے جواب نہ دیا تو ٹریگر دب جائے گا اور تم سب کی لاشیں بکھری پڑی ہوں گی... میں نے پستول کی رینج بڑھا دی ہے... اب

دھار کا دائرہ پھیل گیا ہے... گویا صرف ایک آدمی ہلاک نہیں ہوگا... سب کے سب ہلاک ہوں گے۔"

"آپ... آپ کیا چاہتے ہیں۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"میں سوال کر رہا ہوں... بتاؤ... مال کہاں ہے۔"

"لاکر نمبر 302 ریلوے اسٹیشن۔" جالب خان کے منہ سے نکلا۔

ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا... وہ گرتے چلے گئے۔

آ رہا ہوں

انہیں ہوش آیا تو سب ہسپتال میں تھے... اور انسپکٹر جمشید ہنس رہے تھے۔

"آپ ہنس رہے ہیں... ہم پر۔" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تو اور کیا کروں... رو دوں۔"

"لیکن یہ سب ہوا کیا... ہمارے تو کچھ پلے نہیں پڑا... ارے ہاں... پروفیسر انکل تو بچ گئے نا۔" محمود نے پوچھا۔

"وہ بال بال بچے... اگر تم فون نہ کرتے تو وہ بھی گئے تھے... ادھر انہوں نے ہاتھی کو پھینکا... ادھر وہ پھٹ گیا... وہ ایسے مادے سے بنایا گیا تھا کہ زیادہ دیر حرکت میں رہے تو پھٹ جائے... اگر وہ کار میں پھٹتا تو اسے آگ لگ جاتی۔"

"لیکن اس کی سونڈ کیوں ہلتی تھی۔"

"وہ پورا مادہ ہی ہلنے والا تھا... اس پر پروفیسر صاحب کام کر رہے ہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے... اس کے ٹکڑوں پر۔"

"ہاں! پھٹنے کے بعد جو ٹکڑے ہاتھ لگے... وہ اب تجربہ گاہ میں ہیں۔"

"اور وہ دونوں؟"

"وہ... وہ بھلا کہاں ہاتھ آنے والے تھے... وہ تو دنیا کے دو بہترین چھلاوے ہیں... جیکی اور مسز جیکی۔"

"اور وہ لاکر؟"

"لاکر خالی پڑا ہے... اس میں جو کچھ تھا، وہ دونوں لے جا چکے ہیں۔"

"گویا یہ ابھی معلوم نہیں ہو سکا کہ اس میں کیا تھا۔"

"ظاہر ہے... وہ لے اڑے ہوں گے۔"

"جالب خان وغیرہ نے کیا بتایا... ان سے پہلے ہمیں یہ پوچھنا چاہیے تھا وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔"

"وہ زندہ ہیں... لیکن بالکل بے ہوش... پستول کی زد پر وہ رات جالب خان اور ان کی بیگم آئے ہیں۔"

"یہ معاملہ تو اور زیادہ پر اسرار ہو گیا... لیکن اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ وہ دونوں انہیں جان سے نہیں مارنا چاہتے تھے... صرف ڈرا رہے تھے۔"

"ہاں ایسی بات ہے... ایسا لگتا ہے... کہ جالب خان اور ان کی بیگم کا تعلق بھی جرائم پیشہ لوگوں سے ہے... اور کوئی معاملہ ان میں آپس میں ہوا ہو گا... لیکن ساری دولت یہ دونوں لے کر بھاگ

آئے... مطلب یہ کہ چیکی وغیرہ کا حصہ ان لوگوں نے نہیں دیا... یہاں لا کر انہوں نے دولت لاکر میں رکھ دی... لیکن یہ لوگ پھر بھی سراغ لگاتے یہاں آگئے... بہر حال اصل بات تو یہ لوگ ہوش میں آنے پر ہی بتائیں گے۔"

عین اس لمحے ایک نرس تیز تیز قدم اٹھاتی ان کی طرف آئی۔

"جالب خان ہوش میں آگئے ہیں۔"

"اوہ... اچھا۔" انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا اور ان کی طرف چلے گئے... انہوں نے دیکھا، جالب خان کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے۔

"آپ کا کیا حال ہے۔"

"میں... میں ٹھیک ہوں بس... تکلیف بہت ہے... کیا آپ ڈاکٹر ہیں... ہم... مگر نہیں... آپ کا لباس تو ڈاکٹروں والا نہیں ہے۔"

"ہاں! میں انسپکٹر جمشید ہوں۔"

"اوہ اوہ۔"

"لاکر میں کیا تھا؟"

"پانچ کروڑ کے ہیرے۔"

"پانچ کروڑ کے ہیرے... وہ آپ کے ہاتھ کیسے لگے تھے۔"

"میں اور میری بیگم دو سال پہلے بیرونی ملکوں کی سیر کے

لیے گئے تھے... وہاں ہم انٹارجہ کے ایک ہوٹل میں ٹھہرے... جب ہم اپنے ملک واپس پہنچے... تو ایئرپورٹ پر ہی میرے نام ایک فون آیا... ایئرپورٹ کے عملے نے مجھے بتایا کہ میرا فون ہے... میں بہت حیران ہوا کہ فون کہاں سے آگیا... خیر میں نے فون سنا... کوئی آدمی پراسرار انداز میں کہہ رہا تھا: "آپ کے سامان میں ہمارا ایک پیکٹ غلطی سے آگیا ہے... مہربانی فرما کر اس پیکٹ کو ریلوے اسٹیشن کی لاکر میں رکھوا دیں... ہم آپ سے لاکر کا نمبر بعد میں پوچھ لیں گے اور آپ کا شکریہ ادا کریں گے... اس تعاون کے لیے ہم آپ کو چند ہیرے تحفے میں بھی دیں گے... میں یہ فون سن کر حیرت زدہ رہ گیا... پہلے ہم گھر گئے... اپنے سامان کو دیکھا... سوٹ کیس میں کپڑوں کے درمیان واقعی ایک چھوٹا سا پیکٹ رکھا تھا... ہم نے سوچا... کیوں نہ اس کو کھول کر دیکھ لیں... اس میں کیا ہے... لہٰذا ہم نے اس کو کھول کر دیکھ لیا... اس میں ہیرے تھے... ہم دھک سے رہ گئے... میں فوراً ریلوے اسٹیشن گیا اور ہیرے ایک لاکر میں رکھ دیے... یہاں تک کام ان کی ہدایت کے مطابق ہو گیا تھا... اب میں نے پولیس انسپکٹر راجا شاکر کو فون کر کے بلایا... اور انہیں ساری کہانی سنائی... ہیروں کا ذکر سن کر انہوں نے کہا کہ میں اس کہانی کو ابھی چھپائے رکھوں... پہلے ان لوگوں کو رابطہ کرنے دیا جائے... پھر سوچیں گے... کہ اس سلسلے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے... یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ ہیرے ہیں یا کیا ہے... اور اگر ہیرے ہیں تو اصل ہیں یا نقل... میں نے ان کی

ہدایت پر عمل کیا... اور خاموش بیٹھ رہا... پھر دن گزرتے چلے گئے اور ان لوگوں نے ہم سے کوئی رابطہ نہ کیا... میں نے درمیان میں کئی بار انسپکٹر راجا شاکر سے مشورہ کیا... لیکن انہوں نے ہر بار یہی کہا کہ اس معاملے میں جلدی کی کیا ضرورت ہے... انہیں رابطہ کرنے دیں... پھر آخر کار مجھے ایک روز فون موصول ہوا... کسی جیکی کا تھا... اس نے کہا کہ وہ وہی ہے... جس نے ایک پیکٹ لاکر میں رکھنے کی ہدایت کی تھی اور یہ کہ وہ اب اپنا پیکٹ واپس لینا چاہتا ہے... میں نے اس سے پوچھا کہ اس میں ہے کیا... اس نے بتایا کہ اس پیکٹ میں مصنوعی ہیرے ہیں... لہٰذا آپ لاکر کا نمبر بتا دیں اور چابی دے دیں اس کی... میں نے اسے ملاقات کے لیے وقت دے دیا اور ادھر انسپکٹر راجا شاکر کو فون کر دیا... وہ راجا شاکر [illegible] پہنچ گیا... لیکن جیکی نہ آیا...

اب ہم کیا کریں... آخر یہ چکر کب ختم ہوگا... اتنے دن تو ہو گئے اس پیکٹ کو لاکر میں رکھے ہوئے... میں نے تنگ آ کر انسپکٹر راجا شاکر سے کہا۔

ہمیں چند دن اور انتظار کرنا چاہیے... پھر ہم فیصلہ کریں گے کہ اس کا کیا کرنا چاہیے۔

میں نے پھر خاموشی اختیار کر لی... اور اس کے بعد میرے ملازم ملازمت چھوڑ کر چلے گئے... میں نے اخبار میں اشتہار دیا تو سلامت اور اس کی بیوی ملازمت کی درخواست لے کر آ گئے... میں

نے انہیں ملازم رکھ لیا... اس کے بعد وہ چکر شروع ہوا... یعنی زہر، سانپ اور پھر ہاتھی میں بم والا... ہمارا ذہن مسلسل الجھتا جا رہا تھا... آخر میں نے اور میری بیگم نے آپ لوگوں سے رابطہ کرنے کا پروگرام بنایا... اس کے بعد تو آپ جانتے ہی ہیں... کیا ہوا ہے۔"

"اوہ ہاں..." انہوں نے چونک کر کہا۔

"لیکن آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہوا... ہم سب تو بے ہوش ہو گئے تھے اور بے ہوش لوگ کہانی کیسے سنا سکتے ہیں۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

انسپکٹر جمشید اس کا سوال سن کر مسکرا دیے اور بولے:

"تم بھول رہے ہو... پروفیسر داؤد ہاتھی لے کر وہاں سے [illegible] ہاتھی کو پھینک دیا تھا... تو کیا وہ مجھے کہانی نہیں سنا سکتے تھے۔"

"اوہ ہاں... واقعی۔" محمود شرمندہ ہو گیا۔

"کیا وہ اپنے ہیرے نکال کر لے گئے ہیں... میرا مطلب ہے... جیکی اور اس کی بیوی... یا وہ جو کوئی بھی رہے ہوں۔"

"ہاں! اس گھر میں دو ماہ ملازمت انہوں نے اسی لیے کی تھی... یعنی اس لاکر کی چابی حاصل کرنے کے لیے... چابی حاصل کرنے کے بعد انہیں صرف لاکر کا نمبر پوچھنا تھا اور وہ جانتے تھے... جالب خان لاکر کا نمبر نہیں بتائیں گے... لہٰذا انہوں نے انہیں خوف زدہ کرنا شروع کیا... ادھر تم وہاں پہنچ گئے... جیکی وغیرہ نے

سوچا کہ اب یہاں سے فوراً نکل جانا چاہیے... کہیں تم لوگوں کی وجہ
سے کام نہ خراب ہو جائے... چنانچہ وہ پستول نکال کر حرکت میں
آگئے... لاکر کا نمبر پوچھا اور غائب ہو گئے... اب لاکر خالی پڑا ہے...
یہ ہے کل کہانی۔"

"کیا اس کہانی میں جھول نہیں ہے ابا جان۔" فرزانہ نے
الجھن کے عالم میں کہا۔

"کوئی ایسا ویسا..." انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"تب پھر... آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں۔"

"میں سوچ رہا ہوں۔"

"جی... کیا مطلب... کیا سوچ رہے ہیں آپ۔"

"یہی کہ اس بارے میں کیا خیال ظاہر کروں... ویسے ہم
سب انسپکٹر راجا شاکر سے ملاقات کرنا پسند کریں گے اور میں نے
انہیں یہیں آنے کی دعوت دی ہے... وہ شاید آگئے۔" انہوں نے
قدموں کی آواز سن کر کہا... پھر مڑے... وہ واقعی چلے آرہے تھے۔

"آیئے انسپکٹر صاحب... تو آپ ہیں راجا شاکر۔"

"جی... جی ہاں۔" وہ بولے۔

"یہ معاملہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا... جالب خان کا بیان
ہے کہ دو سال پہلے یہ اپنی بیگم کے ساتھ بیرون ملک گئے تھے... وہاں
انقارہ کے ایک ہوٹل میں ٹھہرے... واپسی پر جب یہ اپنے ملک
کے ایئرپورٹ پر تھے... ان کے نام ایک گمنام فون آیا... فون کرنے

والے نے کہا... کہ غلطی سے ان کے سامان میں ان کا ایک پیکٹ رکھا
گیا ہے... آپ اس پیکٹ کو ریلوے اسٹیشن کی کسی لاکر میں رکھ دیں..
چابی اور لاکر کا نمبر وہ بعد میں لے لیں گے... بس یہ الفاظ کہہ کر فون
بند کر دیا گیا... یہ لوگ گھر آئے... سامان کی تلاشی لی... اس میں سے
ایک پیکٹ برآمد ہوا... انہوں نے اس کو کھول کر دیکھا... اس میں
ہیرے تھے... یہ ڈر گئے اور پیکٹ ہدایت کے مطابق لاکر میں رکھ دیا،
اب انہوں نے آپ کو فون کیا... کیا آپ یہاں تک کی کہانی تصدیق
کرتے ہیں۔"

"ان کے بیان کے مطابق۔" وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب... ان کے بیان کے مطابق۔"

"جی... ہاں مطلب یہ کہ انہوں نے مجھے یہی بتایا تھا... میں
نہیں جانتا... انہیں کوئی فون موصول ہوا تھا یا نہیں... انہیں اس
طرح کوئی پیکٹ ملا تھا یا نہیں... انہوں نے مجھ سے مشورہ طلب کیا..
میں نے ان سے یہی کہا کہ لاکر کے بارے میں یہ کسی کو نہ بتائیں... فی
الحال انتظار کریں... اور پھر ہم انتظار کرتے رہے... لیکن دو سال
گزرنے پر بھی کچھ نہیں ہوا... ڈھاک کے وہی تین پات والا معاملہ رہا..
اس کے بعد جو واقعات پیش آئے... ان کے سلسلے میں مجھے ان کے
ہاں کئی بار جانا پڑا اور بس..."

"لیکن کیوں؟" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"جالب خان نے جب آپ کو بتایا کہ اس طرح انہیں ہیرے ملے ہیں اور اس نامعلوم فون کی بدولت انہوں نے ہیرے لاکر میں رکھوا دیے ہیں تو آپ نے انہیں خاموشی اختیار کرنے کے لیے کیوں کہا۔"

"تاکہ وہ لوگ سامنے آجائیں... جنہوں نے ہیرے ان کے سامان میں چھپائے تھے۔"

"اس سے زیادہ ضروری کام کیا یہ نہیں تھا کہ آپ ہیروں پر قبضہ کرکے... انہیں سرکاری خزانے میں جمع کراتے اور جالب خان صاحب کو خاموشی سے انتظار کرنے کا کہہ دیتے... آپ نے ہیرے لاکر میں کیوں چھوڑے رکھے۔"

"لیکن آپ کے اس مناسب سمجھنے کی وجہ سے پانچ کروڑ کے ہیرے ہاتھ سے نکل گئے... ہیرے جو سمگل کرکے ہمارے ملک میں لائے گئے تھے... اب سمگلر تو ان سے پیسے کمائیں گے اور ہم خالی ہاتھ رہ گئے... یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا... آپ کو آج ہی آئی جی صاحب کے پاس پیش ہونا ہے۔"

"اچھی بات ہے... میں حاضر ہو جاؤں گا... وقت بتائیں۔" راجا شاکر نے برا سا منہ بنایا۔

"شام چار بجے۔"

"اور کوئی حکم۔"

"آپ کے لیے یہی حکم کافی ہے... مجرموں کو اب ہم خود تلاش کرلیں گے... آپ جا سکتے ہیں۔"

اس نے تیز نظروں سے انہیں دیکھا اور اٹھ کر چلا گیا...

"تم لوگوں کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"یہ ہیرے خود حاصل کرنے کے چکر میں تھا... لیکن کوئی پروگرام نہ بنا سکا... ادھر مجرم حرکت میں آگئے اور ہیرے لے گئے، اگر یہ اس چکر میں نہ ہوتا تو سب سے پہلے رپورٹ درج کراتا، پھر لاکر میں سے بڑے آفیسر کی موجودگی میں ہیرے نکالتا۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے... لیکن اب... سوال یہ ہے ہم انہیں کیسے تلاش کریں۔"

"یہ کوئی مشکل نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی... کیا مطلب... یہ کوئی مشکل نہیں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! تم لوگ تو ابھی رہو گے ہسپتال... میں ایک دو روز تک دوسرے کاموں میں الجھا ہوں گا... جب تم ہسپتال سے فارغ ہو جاؤ گے... پھر سوچیں گے... ہم انہیں کس طرح تلاش کریں۔"

"ابھی آپ کہہ رہے تھے، انہیں تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"ایک ہی بات ہے... تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں... لیکن

تلاش کرنے کے لیے سوچنا تو پڑے گا۔"

"جی اچھا... اور اگر اس دوران ہیرے کہیں اور پہنچ گئے۔"

"ہم بھی ان کے تعاقب میں کہیں اور نکل جائیں گے۔"

"بھئی واہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب... کون سا نام... میں نے تو جملے میں کوئی نام نہیں بولا۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"جی... آپ نے ہیروں کا تعاقب بولا ہے یا نہیں... کیا یہ کسی ناول کا نام نہیں ہو سکتا۔"

"دھت تیرے کی۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

وہ مسکرا دیے... پھر وہ چلے گئے... گھر پہنچے تو بیگم نے بتایا۔ آئی جی صاحب کا فون دو مرتبہ آ چکا ہے... انہوں نے فوراً انہیں فون کیا... ان کی آواز سن کر آئی جی بولے:

"جمشید... یہ راجا شاکر کا کیا چکر ہے... یہ اس وقت میرے دفتر میں موجود ہیں۔"

"اوہ اچھا سر... میں آ رہا ہوں۔"

"ذرا سوچ سمجھ کر آنا۔" انہوں نے فکر مند ہو کر کہا۔

"جی... کیا مطلب؟"

"یہاں راجا شاکر کے بڑے بڑے سفارشی بھی موجود ہیں۔"

"نہیں... نہیں۔" وہ بولے۔ ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں... پھر وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے:

"جی اچھا... میں آ رہا ہوں اور آنے سے پہلے سوچ سمجھ بھی لوں گا۔"

0...0...0

جلدی کرو

آئی جی صاحب کے دفتر میں ایک وزیر کا سیکرٹری... اور دوسرا ایک وزیر خود موجود تھے... انسپکٹر جمشید اندر داخل ہوئے تو انہوں نے انہیں تیز نظروں سے دیکھا:

"تو یہ ہیں انسپکٹر جمشید... جن کی مرضی کے بغیر آپ ایک کام نہیں کرتے۔" یہ جملہ وزیر نے آئی جی صاحب سے کہا تھا... سن کر ان کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا...

"جی نہیں... یہ بات ہرگز نہیں ہے... لیکن ان کا معاملہ مجھے معلوم ہی نہیں... تو ان سے پوچھے بغیر کیا کر سکتا تھا، یہ اب آگئے ہیں... پوری بات بتائیں گے... پھر فیصلہ میں خود کر دوں گا..."

"ٹھیک ہے... سن لیں ساری بات۔"

"ہاں جمشید... سناؤ"

انہوں نے ساری کہانی سنا دی... پھر بولے

"جب انہیں یہ معلوم ہوا تھا کہ اس لاکر میں سمگل شدہ ...ے موجود ہیں تو انہیں فوراً وہاں سے حاصل کرنے چاہئیں تھے.. ...بھی افسر ان بالا کو ساتھ لے کر... لیکن ایک مدت تک وہ وہیں

پڑے رہے... اور انہوں نے پورا پورا موقع دیا مجرموں کو کہ وہ وہاں سے ہیرے نکال کر لے جائیں... اندازہ ہے کہ وہ پانچ کروڑ کے ہیرے تھے۔"

"کیوں شاکر... تم اس بارے میں کیا جواب دیتے ہو۔" وزیر کے سیکرٹری نے تنک کر کہا۔

"اپنی اپنی پلاننگ ہوتی ہے سر... اپنا اپنا طریقہ کار ہوتا ہے، میں ان ہیروں کے ذریعے ان مجرموں کو گرفتار کرنا چاہتا تھا... نہ کر سکا... اور اپنی کوشش میں ناکام ہو گیا... یہ اور بات ہے۔"

"آپ نے ان کا جواب سنا شیخ صاحب... اب فرمائیں... ان کے لیے کیا حکم ہے۔"

"جمشید... تم کیا کہتے ہو۔"

"جو قانون کہتا ہے... ان کی وجہ سے پانچ کروڑ کے ہیرے ہاتھ سے نکل گئے... انہیں فوراً معطل کیا جائے۔"

"یہ جرم ہے ہی نہیں... پلاننگ کی ناکامی ہے۔"

"کیا یہ ہیروں والا معاملہ آپ اپنے آفیسرز کے علم میں لائے تھے۔"

"میں مناسب وقت کے انتظار میں تھا۔"

"اب آپ فرمائیں شیخ صاحب۔" وزیر بولے۔

"آپ کیا چاہتے ہیں... پہلے تو یہ بتائیں۔"

"انہیں ڈیوٹی پر رہنے دیا جائے... انہوں نے کوئی جرم

نہ... یا۔"

"اچھی بات ہے... ٹھیک ہے راجا شاکر... آپ اپنا پولیس اسٹیشن سنبھالیں اور اپنے فرائض ذمہ داری سے انجام دیں۔"

"او کے سر... ٹھیک ہے۔" اس نے خوش ہو کر کہا اور اٹھ کر تا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"آپ کا شکریہ... اب ہم بھی چلتے ہیں۔"

"جی بہتر۔"

وہ دونوں بھی چلے گئے... کمرے میں آئی جی صاحب اور جمشید رہ گئے۔

"اب تم مجھ سے گلہ کرو گے جمشید۔"

"جی نہیں... بالکل نہیں کروں گا۔" وہ مسکرائے۔

"کیا کہا... گلہ نہیں کروں گا۔"

"ہاں! اس لیے کہ آپ مجبور تھے... ان دونوں حضرات کے تعلقات صدر صاحب سے بہت گہرے ہیں... جب کہ راجا شاکر کا جرم واضح نہیں... ہو سکتا ہے... یہ واقعی اس کی چال نہ ہو۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو جمشید۔"

"کیا مجھے کچھ اور کہنا چاہیے تھا۔"

"میں جانتا ہوں جمشید... تم مجھ پر ناراض ہو... غصے ہو... جاؤ... مجھے کھری کھری سناؤ۔"

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر... انسپکٹر جمشید ہرگز ایسا

نہیں کر سکتا۔"

"تت... تم جمشید... تم بہت اچھے ہو... بہت۔" آئی جی صاحب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"ارے ارے... یہ کیا سر آپ... آپ رو رہے ہیں۔"

"تو میں اور کیا کروں جمشید... میں جانتا ہوں... تم نے مجھے مجبور پا کر اس کی گرفتاری پر اصرار نہیں کیا... صرف معطل کرنے کا مشورہ دیا تھا... لیکن میں وہ بھی پورا نہ کر سکا۔"

"کوئی بات نہیں سر... اس میں آپ کا قصور نہیں... ہمارے ملک میں نظام ہی غلط چل رہا ہے... آپ فکر نہ کریں... میں بہت جلد ان دونوں مجرموں کو گرفتار کر کے ہیرے برآمد کر لوں گا۔"

"مجھے امید ہے۔" وہ مسکرا دیے۔

انسپکٹر جمشید وہاں سے چلے آئے... پھر انہوں نے اپنی خفیہ فورس کے چند کارکنوں کو فون کیے... انہیں ہدایات دیں... تیسرے دن ہسپتال سے ان کے سب ساتھی آگئے... ایسے میں خفیہ فورس کی طرف سے انہیں چند اطلاعات ملیں... اطلاعات سن کر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"آج رات گیارہ بجے ہمیں گھر سے چلنا ہے... ہیرے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

"جی کیا فرمایا... ہیرے... ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں... ان کے ساتھ مجرم بھی۔"

"جی... یہ تو بہت خوشی کی بات ہے... لیکن ابا جان... آپ مجرموں کے گرد اس قدر جلد گھیرا کس طرح ڈال لیتے ہیں۔"

"خفیہ طور پر نگرانیاں کرا کے... انہیں احساس تک نہیں ہونے دیتا کہ ان کی نگرانی ہو رہی ہے... وہ یہی خیال کرتے ہیں کہ میں نے ان کا خیال دل سے نکال دیا ہے... جب کہ میرا گھیرا ان کے گرد تنگ سے تنگ ہوتا جاتا ہے۔"

"اوہ ہاں... یہی بات ہے... ہم نے یہ اکثر محسوس کیا ہے۔"

"بس تو پھر رات گیارہ بجے ہر طرح تیار رہنا... اور ہاں پستول وغیرہ بھی ساتھ لے لینا... شاید ان کی بھی ضرورت پیش آ جائے۔"

"جی اچھا" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

O...O

رات تاریک تھی... چاند کی آخری تاریخیں تھیں... ایسے میں ان کی کار ایک سمت میں رواں دواں تھی... آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد... وہ ایک عمارت کے سامنے پہنچ گئے... کار انہوں نے ایک تاریک گوشے میں کھڑی کر دی... اور خود تاریکی کا سہارا لے کر کوٹھی کی طرف بڑھنے لگے... ایسے میں ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے... نزدیک پہنچ کر انہوں نے فاروق کو اشارہ کیا... اشارہ سمجھ کر فاروق نے عد اسامنہ بنایا... دوسرے مسکرا دیے... جلد ہی وہ ایک پائپ پر چڑھ رہا تھا... پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا... چند

منٹ بعد اس نے ایک دروازہ کھول دیا... وہ اندر داخل ہو گئے... کوٹھی میں زیرو کے بلب تو کئی جگہ جل رہے تھے، لیکن... کمرے تاریک پڑے تھے... جب کہ صرف ایک کمرہ روشن تھا... ان کے قدم اس سمت میں اٹھتے چلے گئے... پھر دروازے سے انہوں نے کان لگا دیے... اندر کوئی کہہ رہا تھا:

"پانچ کروڑ کے ہیروں کے لیے اگر ہم نے دو ماہ انتظار کر لیا ہے تو کون سی قیامت آ گئی ہے... جالب خان اور اس کی بیوی اگر پیکٹ کھول کر نہ دیکھ لیتے تو ہم دوسرے دن ہی جا کر ان سے لا کر کی چابی مانگ لیتے... لیکن اس نے مجھے فون کر دیا... کہ اس طرح ان کے سامان سے پیکٹ ملا ہے اور اس میں ہیرے ہیں... میں فوراً اس سے ملا اور اسے ہدایت دی کہ وہ فی الحال اس معاملے میں خاموشی اختیار کرے... تاکہ ہم ہیروں کے سمگلروں پر یہ بات ڈال سکیں... انہیں رنگے ہاتھوں پکڑ سکیں... میرے یہ سمجھانے کی وجہ سے اس نے کسی اور پولیس آفیسر سے رابطہ نہ کیا... ورنہ ہیرے ہاتھ سے گئے تھے... اب یہ سوچا گیا کہ ہیرے کس طرح حاصل کیے جائیں... سو تم دونوں کو ملازم اور ملازمہ کے روپ میں اس کے گھر بھیجا گیا... اس کے سابقہ ملازموں کو ڈرا دھمکا کر وہاں سے بھگا دیا گیا... اس طرح تم دونوں ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے... اور ہم نے انہیں خوف زدہ کرنے کا پروگرام ترتیب دیا... تاکہ وہ موت کی حد تک ڈر جائیں... اور یہ جاننے لگ جائیں کہ یہ سب ان ہیروں کی وجہ

سے ہے... اب ظاہر ہے... انہیں جب بھی کوئی خوفناک معاملہ پیش
آتا، وہ مجھے ہی فون کرتے اور مجھ سے ہی مشورہ کرتے اور میں انہیں
مشورہ دیتا کہ ہیرے ان لوگوں کے حوالے کرنا ہی بہتر ہے... تاکہ
آپ لوگوں کی جانیں بچ جائیں، لیکن ہوا اس کے الٹ... ان لوگوں
نے اپنی پریشانیوں کا حل یہ تلاش کیا کہ انسپکٹر جمشید کو بلا لیا... وہاں
سے اس کے بچے آگئے... وہ خود تو نہ آیا... لیکن اس کے بچے کون سا کم
ہیں... اڑتی چڑیا کے پر گنتے ہیں... ان کے آنے پر معاملہ گڑبڑ ہوتا
محسوس ہوا... یہ خطرہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ معاملے کی تہ تک نہ پہنچ
جائیں... لہٰذا فوری طور پر ہیرے حاصل کرنے کا پروگرام بنایا گیا...
اور اس پستول کو نکالا گیا... جو آخری حربے کے طور پر پروگرام میں
شامل تھا... اس طرح ہم چابی اور لاکر کا نمبر وغیرہ حاصل کرنے میں
کامیاب ہوگئے... چابی تم دونوں پہلے ہی اس کے گھر سے حاصل
کر چکے تھے... اب ہیرے ہمارے ہیں... لہٰذا میرا حصہ نکالو۔"

"اس تقریر کا شکریہ راجا صاحب... لیکن فی الحال ان میں
سے حصہ آپ کو نہیں مل سکتا... ہاں... اگر یہ معاملہ ختم ہوگیا...
انسپکٹر جمشید معاملے کی تہ تک نہ پہنچ سکے تو آپ کو حصہ مل جائے
گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی... ساری محنت میں نے کی... خود کو خطرے
میں میں نے ڈالا... اور تمام ہیرے آپ کے پاس رہیں گے۔"

"آپ بھول رہے ہیں راجا صاحب۔" انہوں نے سلامت

کی آواز سنی۔

"میں بھول رہا ہوں میں۔" راجا کی تیز آواز سنائی دی۔

"یہ کہ آپ تو پھنس گئے تھے... انسپکٹر جمشید آپ کو آئی جی
صاحب تک لے گئے تھے اور وہاں آپ کو کم از کم معطل تو کیا ہی جاتا...
لیکن یہ ہم ہیں جو آپ کو بچانے کے لیے وہاں ایک وزیر اور ایک وزیر
کے سیکرٹری کو لے گئے... اور آپ کی جان بچائی... لہٰذا آپ کو اور کیا
چاہیے... آپ جانتے ہی ہیں... اس سفارش کی وجہ سے ہمیں ان
دونوں کو بھی چند ہیرے دینا ہوں گے... وہ ہمیں جانتے ہیں...
اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم دونوں ہیروں کے سمگلر ہیں... لہٰذا
سفارش کرنے سے پہلے ہی انہوں نے سوال کیا تھا کہ سفارش کے
بدلے انہیں کیا ملے گا... سو ہم نے انہیں بھی تقریباً ایک کروڑ کے
ہیرے دینے کا وعدہ کیا ہے... اگرچہ وہ ایک کروڑ میں مان نہیں رہے
تھے... لہٰذا آپ فی الحال خاموش رہیں... ورنہ..."

"ورنہ... ورنہ کیا؟"

"ورنہ ہم وہ پستول آپ پر بھی چلا سکتے ہیں... جو جالب خان
پر اور انسپکٹر جمشید کے بچوں پر چلایا تھا۔"

"اس سے کیا ہوا... وہ لوگ بے ہوش ہوگئے تھے بس اور
تین دن ہسپتال میں رہنے کے بعد فارغ ہوگئے۔" راجا شاکر کی آواز
سنائی دی۔

"آپ کچھ نہیں جانتے راجا صاحب... سمگلروں کے ہاتھ

بہت لمبے ہوتے ہیں... ہماری آپ کی پرانی علیک سلیک ہے... اس
لیے میں نے اب تک آپ کو برداشت کیا ہے... ورنہ کب کا آپ کو
ختم کر دیتے..."

"جی نہیں۔"

"آپ چپ چاپ یہاں سے چلے جائیں... آپ کچھ کم غلط
کام نہیں کرتے رہے... وہی آپ کے لیے کافی ہیں... تاہم ہم ایک
آدھ ہیرا اس صورت میں بھی آپ کو دے دیں گے، اگر انسپکٹر جمشید
اور ان کے بچے ہم تک نہ پہنچے۔"

"اچھی بات ہے... میں جا رہا ہوں۔" راجا شاکر نے عجیب
سے انداز میں کہا۔

"ایک منٹ مسٹر شاکر... آپ کا انداز دھمکی آمیز ہے۔"

"ہاں ہے... میں بھی آخر راجا شاکر ہوں۔"

"آپ کچھ نہیں ہیں... بس اس وقت سے آپ کچھ نہیں
ہیں... ابھی ہم وزیر صاحب سے فون کر دیں گے... وہ آئی جی
صاحب سے کہیں گے... راجا صاحب کو معطل کر دیا جائے بلکہ ملازمت
سے بالکل فارغ کر دیا جائے... تو؟"

"آپ یہ بھی کر کے دیکھ لیں۔"

"ہم سمجھ گئے۔"

"کیا سمجھ گئے۔"

"آپ کے پیٹ میں ہیروں کی وجہ سے بہت مروڑ پیدا

ہو گیا ہے... آپ بلاوجہ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال رہے ہیں...
آخری چارے کے طور ہم آپ کو ایک ہیرا دے دیں گے... یہ لے
کر چپ چاپ چلے جائیں... اور اس معاملے کو بھول جائیں۔"

"ہرگز نہیں... پانچ کروڑ میں سے ایک کروڑ کے ہیروں
سے کم پر نہیں مانوں گا... ورنہ میں انسپکٹر جمشید کو ساری بات سنا دوں
گا... پھر آپ کس طرح بچیں گے۔"

"ہم ان سے بھی نپٹ لیں گے... فی الحال آپ دوسری دنیا
کے سفر پر روانہ ہو جائیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی پستول کا لاک ہٹائے جانے کی آواز
سنائی دی۔

"کیا... کیا کہا۔" راجا شاکر چلایا۔

"اب آپ اس دنیا میں رہنے کے قابل نہیں رہے۔"
سلامت کی آواز سنائی دی۔

"نن نہیں... نہیں... اچھا... مجھے نہیں ضرورت ہیروں
کی... ایک ہیرا بھی نہیں لوں گا... آپ مجھے جانے دیں۔"

"نہیں... اب ہمیں آپ کے خطرناک ارادوں کا پتا چل گیا
ہے... یہاں سے جانے کے بعد آپ آرام سے نہیں بیٹھیں گے لہٰذا۔"

ان الفاظ کے ساتھ انسپکٹر جمشید نے ایک ٹھوکر دروازے
پر رسید کر دی... انھیں خوف محسوس ہوا تھا کہ کہیں وہ گولی نہ چلا
دیں۔

دروازے پر ٹھوکر لگتے ہی اندر قبرستان کا سناٹا چھا گیا... کتنے ہی لمحے تک ان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا... پھر راجا شاکر کی آواز سنائی دی۔

"کک... کون۔"

"یہ میں ہوں... جلدی دروازہ کھول دیں... آپ کو خطرے سے خبردار کرنے آئے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے وزیر کی آواز میں کہا۔

"اوہ... سالاری صاحب... آپ ہیں۔"

"جلدی کرو بھئی۔" انھوں نے بیزاری کے انداز میں کہا۔

دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہو گئے... وہ تینوں بری طرح اچھلے... ان کے منہ سے نکلا:

"کیا مطلب؟"

O...O...O

ثبوت

"آپ کس بات کا مطلب جاننا چاہتے ہیں... بتا دیں... ہم سمجھا دیں گے... کیونکہ مطلب سمجھانے کے ہم اتفاق سے بہت ماہر واقع ہوئے ہیں۔" فاروق کی شوخ آواز گونجی۔

"اتفاق سے نہیں... اللہ کی مہربانی سے کہو۔" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"اوہ ہاں... واقعی... یہ میں غلط کہہ گیا... ہاں تو جناب ہم مطلب سمجھانے کے اللہ کی مہربانی سے بہت ماہر واقع ہوئے ہیں۔"

"لل... لیکن ہم نے تو سالاری صاحب کی آواز سنی تھی۔"

"سالاری صاحب سے بھی آپ کو ملوا دیا جائے گا... بلکہ ملوا کیا دیا جائے گا... وہ آپ کے ساتھ جیل جائیں گے... لہٰذا وہاں خوب اچھی طرح ملاقاتیں کر لیجیے گا.. کوئی روک ٹوک نہیں ہو گی۔"

"ہاں اور کیا... آپ تو وہاں بھی یہ مصرعہ پڑھ سکیں گے... خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔" محمود مسکرایا۔

"دو نہیں پانچ... تین تو یہی ہیں... دو سفارشی۔"

"خبردار... تم لوگ بھی ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

"ابھی سے کیا مرا او... یہاں اور کون ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑے ہیں... اوہ اچھا... یہ راجا شاکر صاحب... ان کی کیا بات ہے، ہیں قانون کے محافظ... اور کام کرتے ہیں صرف قانون توڑنے کا۔"

"ہم... مجھے ان سے جا لیں... میں ان کے بارے میں سب کچھ بتا دوں گا۔" راجا چلا اٹھا۔

"کچھ بتانے کی ضرورت نہیں... ہم سب سن چکے ہیں۔"

"اوہ... نہیں۔"

"مسٹر راجا... وہ ہاتھی دانت کا ہاتھی کہاں سے حاصل کیا تھا۔"

"ایک... گروہ کو گرفتار کیا تھا... اس کے قبضے سے ایسی کئی چیزیں برآمد ہوئی تھیں۔"

"تو تم نے ان چیزوں کا رجسٹر میں اندراج نہیں کیا۔"

"نہیں... میں ایسی چیزیں اپنے استعمال کے لیے رکھ لیتا تھا۔"

"تو وہ زہر اور سانپ۔"

"ہاں! زہر میرے پاس تھا... اور سانپ بھی میں خرید کر لایا تھا۔"

"بہت خوب! لیکن یہ ان کا کیا طریقہ ہوا... ہیرے دوسروں کے سامان میں رکھ دیتے ہیں۔"

"یہ ان کا محفوظ ترین طریقہ ہے... اس طرح یہ خود صاف

بچ جاتے ہیں... ہیرے نہ ملیں گے تو بھی یہ تو نہیں پکڑے جائیں گے... ان کی جگہ دوسرے پکڑے جائیں گے۔"

"لیکن یہ کس قدر ظلم ہے... کرے کوئی بھرے کوئی۔"

"یہ لوگ ایسی باتیں کہاں سوچتے ہیں۔" خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

"اچھا... اب تم کیا کہتے ہو۔" وہ جیک اور مسز جیک کی طرف مڑے۔

"ہاتھ اوپر اٹھا دو... ہم یہاں سے نکل جائیں گے... آپ کو باندھ جائیں گے... بعد میں کوئی آپ کو کھول دے گا... یہ ہے اس وقت کا پروگرام... یعنی خون خرابے کے بغیر... اگر آپ نے لڑنے بھڑنے کی کوشش کی تو پھر ہم تو پھنس ہی چکے ہیں... تم لوگوں کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔"

"اچھی بات ہے... پہلے آپ اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں۔"

اس نے ہاتھ میں پکڑے پستول کا ٹریگر دبا دیا... لیکن اس سے کوئی دھار نہ نکلی... اس کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

"ارے... یہ کیا... اس کو کیا ہو گیا۔"

"بخار۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"لیجیے اب پستولوں کو بھی بخار ہونے لگا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اب تم ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

"لل... لیکن... یہ ہمارے پستولوں کو ہوا کیا۔" اس نے مارے خوف کے کہا۔

"پستول تمہارا اور پوچھ ہم سے رہے ہو... ارے بھائی... اسی سے پوچھو۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"ابھی تم نے چند گھنٹے پہلے وزیر صاحب سے ملاقات کی تھی؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کک... کیا مطلب... آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"جب تم ملاقات کر کے باہر آ رہے تھے... تو کوئی شریف آدمی تم سے ٹکرایا تھا اور تم گر گئے تھے... گر گئے تھے نا؟"

"ہاں... آ..." اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"بس تو وہ میرا آدمی تھا اور وہ اس کام کا ماہر ہے... یعنی پستول خالی کر کے اس کو اپنی جگہ رکھ دینے کا۔"

"لل... لیکن... یہ عام پستول تو نہیں۔"

"وہ بھی کوئی عام آدمی تو نہیں... ہر قسم کے پستولوں کا تجربہ ہے اسے۔"

"اوہ اوہ۔"

اب چاہے دس بار اوہ اوہ کہو... ہمیں کوئی فرق نہیں پڑ جائے گا۔" فاروق نے دانت نکال دیے۔

پھر اکرام اور اس کے ماتحتوں نے اسے قابو کر لیا... دوسری صبح انہیں آئی جی صاحب کے دفتر لے جایا گیا... وہ راجا شاکر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں دیکھ کر چلا اٹھے:

"یہ... یہ کیا جمشید... تم نے پھر اسے گرفتار کر لیا۔"

"میں کیا کرتا... بس... مجبور تھا۔" وہ مسکرائے۔

"مجبور تھے... کیا مطلب؟"

"جی بس... کیا میں ایک فون کر سکتا ہوں سر۔" وہ بولے۔

"حد ہو گئی جمشید... یہ بھی کوئی اجازت لینے کی بات ہے۔"

"بالکل ہے، ابھی آپ اعتراض کریں گے۔" وہ مسکرائے۔

"میں اور تمہارے فون کرنے پر اعتراض کروں گا... دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"جی نہیں... بالکل نہیں چلا۔"

"اچھا تم پہلے فون کر لو۔"

"جی اچھا شکریہ..."

یہ کہہ کر انہوں نے نمبر ملائے... پھر سلسلہ ملنے پر ان کے منہ سے سلامت عرف جیکی کی آواز نکلی:

"سر... جیکی بات کر رہا ہوں... انسپکٹر جمشید نے پھر راجا شاکر کو گرفتار کر لیا ہے اور اسے آئی جی صاحب کے دفتر میں لے آئے ہیں۔"

"کیا نہیں... میں آ رہا ہوں۔"

"شکریہ سر۔" انہوں نے مسکرا کر کہا اور فون بند کر دیا۔

"یہ... یہ تم نے کیا کیا جمشید..." آئی جی صاحب غصے کے عالم میں بولے۔

"میں نے کہا تھا نا... آپ اعتراض کریں گے۔"

"اوہ..." ان کے منہ سے نکلا۔

"ایک فون اور کر لوں سر۔"

"کر لو بھائی... جو کرنا ہے... تمہاری تم ہی جانو۔"

اب انہوں نے اسی طرح سیکرٹری صاحب کو فون کیا... جلد ہی دونوں دفتر میں داخل ہوئے...

"یہ... یہ کیا۔" وہ جیکی اور مسز جیکی کو دیکھ کر دھک سے رہ گئے۔

"وہ فون ہم نے نہیں... انسپکٹر جمشید نے کیا تھا۔" جیکی نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا مطلب... یہ کیا دھوکا بازی ہے... وہ بھی شیخ صاحب کی موجودگی میں... ان کے اپنے دفتر میں۔" وزیر نے چلا کر کہا۔

"سالاری صاحب... ذرا آہستہ... کہیں میں دل کا مریض نہ بن جاؤں۔" انسپکٹر جمشید نے بوکھلا کر کہا۔

اور وہ مسکرا اٹھے...

"آخر یہ سب کیا ہے۔"

"سر... یہاں آپ کو ایک کیسٹ سنانے کے لیے بلایا گیا۔"

"ہمیں گانوں کا کوئی شوق نہیں... اور شوق ہو تو کیا ہم یہاں آئیں گے سننے کے لیے۔"

"حد ہو گئی... سالاری صاحب... اس کیسٹ میں گانے نہیں ہیں۔"

"تب پھر؟"

"اس میں کچھ آوازیں ہیں... غور سے سنیں... کیا آپ ان آوازوں کو پہچانتے ہیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ریکارڈ کی گئی ان کی گفتگو والی کیسٹ چلا دی... آوازیں سنائی دینے لگیں... آئی جی صاحب اور وزیر صاحب اور سیکرٹری صاحب کی آنکھیں مارے خوف کے پھیلنے لگیں، پھر وزیر صاحب اور سیکرٹری صاحب کی آنکھوں میں حیرت کی جگہ خوف نے لے لی... اور گفتگو ختم ہونے پر تو گویا ان کے جسموں میں جان ہی نہیں رہ گئی۔

"دل... لیکن... یہ ہمارے خلاف سازش ہے... ان دونوں کا جھوٹ ہے... کیا صرف ان کے بیان پر عدالت ہمیں سزا سنا دے گی... اس طرح تو کوئی بھی عدالت میں کسی کے خلاف بیان دے سکتا ہے۔"

"آپ کی بات درست ہے... لیکن جو ہیرے آپ نے اب تک وصول کیے ہیں... اگر وہ آپ کی کوٹھی سے نکل آئے... تو؟"

"کیا!!!" وہ چلا اٹھے۔

اور پھر ان کے سر بالکل جھک گئے... اس طرح جیسے اب کبھی نہیں اٹھ سکیں گے۔

"بس... ہو گئی ان کی اکڑفوں کافور... نکل گیا دم خم۔" انسپکٹر جمشید نے طربیہ انداز میں کہا۔

"گک... کیا آپ محاورات ادا کرنے کے موڈ میں ہیں ابا جان۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"نن نہیں... پتا نہیں کیا ہو گیا ہے ان محاورات کو... بلاوجہ جملوں میں گھسے چلے آتے ہیں... شش شاید یہ تمہاری صحبت کا اثر ہے۔" انھوں نے ہکلائی ہوئی آواز میں کہا۔

اور ان کے چہروں پر مسکراہٹیں پھیل گئیں۔